ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

موتُ العالِمِ موتُ العالَم

مردِ حق پیشہ کو پھر دستِ قضا نے کھینچا
اک ستون اور گرا، ایک چراغ اور بجھا

شعبان المعظّم ۱۴۲۰ھ ۱۲ دسمبر ۱۹۹۹ء

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی

سیّد عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

کو مجلس احرارِ اسلام کا
نیا امیر منتخب کر لیا گیا۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس
میں متفقّہ فیصلہ

مجلس احرارِ اسلام کے امیر، مجاہدِ ختمِ نبوّت، حق گو عالمِ دین

ابنِ امیرِ شریعت

سیّد عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ

انتقال فرما گئے

انّا للہ وانّا الیہ راجعون

التفسير الكبير

للإمام

الفخر الرازي

أبي عبد الله محمد بن عمر فخر الدين

طبعة جديدة مصححة

11 جلدیں 32 حصے

دار الحدیث

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان پاکستان فون: ۵۴۲۴۱۹

ومن مطبوعاتنا

عمدة القاري

(عربی) شرح صحيح البخاري

للشيخ الإمام العلامة بدر الدين أبي محمد محمود بن أحمد العيني

الطبعة الأولى المطابقة بالترقيم كتبا وأبوابا وأحاديث

للمعجم المفهرس لألفاظ الحديث وفتح الباري

مع ذكر أطراف الأحاديث طردا وردا

کمپیوٹر ایڈیشن

طباعت عمدہ

کاغذ اعلیٰ سفید

سائز درمیانہ

لیمینیشن کی خوبصورت سولہ جلدیں

دار الحدیث

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔ پاکستان فون: ۵۴۲۴۱۹

بیاد : سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

Regd. M - No.32

جلد: 10 ♦ شمارہ: 12 | قیمت: 15 روپے

بانی : مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شعبان / رمضان: ۱۴۲۰ھ (دسمبر: ۱۹۹۹ء)

زرِ تعاون سالانہ:

اندرون ملک 150 روپے،
بیرون ملک 1000 روپے پاکستانی

زیرِ سرپرستی:

* ــــــــــ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
* ــــــــــ ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ
* ــــــــــ مدیرِ مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

- مولانا محمد اسحق سلیمی
- پروفیسر خالد شبیر احمد
- عبداللطیف خالد چیمہ
- سید یونس الحسنی
- مولانا محمد مغیرہ
- محمد عمر فاروق

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ✆ : 061 - 511961

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّۃ (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیل نو پرنٹرز، مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

تشکیل

بیاد امیر احرار حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ

دل کی بات	سید محمد ذوالکفل بخاری	۳
میرے محسن، میرے مربی، امیر احرار	سید محمد کفیل بخاری	۸
حیات مستعار...... ایک اجمالی جھلک	سید محمد کفیل بخاری	۱۶
اقبال کا مرد مومن	شیخ حبیب الرحمن بٹالوی	۲۵
سید عطاء المحسن بخاری.....اک ضرب کلیمانہ	محمد عمر فاروق	۳۲
ایک حق گو عالم اور بیباک خطیب	ملامعاویہ حنفی	۳۵
واہ محسن شاہ جی واہ!	مرزا عبدالقیوم	۳۹
ایک تعزیتی خط.....ایک خوشخبری کے ساتھ	حامد سراج	۴۱
قحط الرجال	ابویوسف اللہ بخش احرار	۴۴
تمنا..... حیات جاوداں کا استعارہ (نظمیں)	سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ	۴۶
میرے بس میں تو کچھ نہیں ہے (نظم)	سید محمد یونس بخاری	۴۷
حضرت سید عطاء المحسن بخاری کی یادیں	پروفیسر خالد شبیر احمد	۴۸
تعزیتی پیغامات و بیانات... شذرات		۴۹

دین و دانش ۵۵

رمضان المبارک برکتوں بھرا مہینہ	(نظم) مولانا محمد مغیرہ	۶۲
ماہ صیام آیا (نظم)	حافظ محمد ظہور الحق ظہور	

نقد و نظر ۶۳

فدویہ اور فدوی	سید یونس الحسنی	

اخبار الاحرار ۶۶

مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس	ادارہ	
لاہور میں پہلی جمہوریت مردہ باد کانفرنس	ادارہ	

دل کی بات

سید محمد ذوالکفل بخاری

انا للہ وانا الیہ راجعون

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے، آستیں نہیں ہے
تری جدائی میں مرنے والے! وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے

جمعۃ المبارک ۳ شعبان ۱۴۲۰ھ (۱۲ نومبر ۱۹۹۹ء) کو، دن کے ساڑھے گیارہ بجے، نشتر ہسپتال ملتان کے ایک کمرے میں، امیر احرار، ابنِ امیر شریعت، حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری نے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ کا ایک بندہ، اس کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ ایک مومن و موحد اور متوکل و مجاہد بندہ۔ وہ جو اپنے عہد اور اپنے ماحول میں، اپنی وضع کا ایک ہی انسان تھا۔ نادر و نایاب، قیمتی اور گراں مایہ، منفرد اور انوکھی خوبیوں کا حامل انسان کہ اب اس جیسا کوئی اور، دور دور تک نظر نہیں آتا، ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ خدا کی دھرتی...... عظمتوں، برکتوں اور نعمتوں سے کبھی خالی نہیں رہی، اور کبھی خالی نہ رہے گی لیکن یہ ایک ایسے بہادر اور بے ریا انسان کی موت ہے کہ جس کے وجود میں کتنی ہی عظمتیں جگمگاتی تھیں، کتنی ہی برکتیں جس کے گرد ہالہ کیے ہوئے تھیں اور جو بجائے خود، اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت تھا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ یہ ایک شخص نہیں، ایک عہد کی موت ہے۔

غ............اتر گئے منزلوں کے چہرے امیر کیا کارواں گیا ہے!

سید عطاء المحسن علیہ الرحمۃ ۱۹۵۸ء میں علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ ان کی عمر چوبیس سال سے کچھ کم تھی، جب ۱۹۶۱ء میں سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ تب انہوں نے، اپنے برادر بزرگ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا دست و بازو بننے کا عہد کیا، اپنی دینی و روحانی اور اعتقادی و نظریاتی وراثت کی حفاظت کے لیے سینہ سپر ہو گئے اور پھر عمر بھر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جان ہتھیلی پر لیے پھرے۔ دشمنانِ خدا، دشمنانِ رسول اور دشمنانِ ازواج و اصحاب رسول کے سوا، دنیا میں ان کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ اللہ کے مغضوب لوگوں سے دشمنی، بجا طور پر ان کے ایمان کی علامت اور ان کی نجات کا ذریعہ تھی۔ اللہ کے محبوب لوگوں کا راستہ ان کے نزدیک سیدھا راستہ تھا۔ اللہ کا راستہ، اللہ کے انعام یافتہ لوگوں کا راستہ، انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کا راستہ، داعیانِ حق کا راستہ! سید عطاء المحسن علیہ الرحمۃ اسی راستے پر چلے۔ پوری پامردی کے ساتھ۔ جرأت و بسالت، غیرت و حمیت، شجاعت و شہامت اور ایثار و قربانی کے ساتھ۔ انہوں نے موٹا جھوٹا پہنا، روکھی سوکھی کھائی، راحت و آرام کو چھوڑا، مصائب و آلام کو قبول کیا، کتنی ہی یخ بستہ،

لمبی کالی راتیں سجن و زنداں کی نذر کیں۔ کتنی صبحیں کتنی شامیں، کتنے ہی شہر اور کتنی ہی بستیاں راہ عزیمت کے اس پیادہ پا اور فاقہ مست مسافر کی داعیانہ پکار اور سرفروشانہ للکار سے گونجتی رہیں۔ کفر و ضلالت، ارتداد و زندقہ، الحاد و لادینیت اور ظلم و جور کی ہر شکل، ہر عنوان کے خلاف مزاحمت .... صرف مزاحمت .... تند و تیز اور شدید مزاحمت .... سراسر بے لچک مزاحمت .... یہ ان کا مسلک تھا، اور یہ ان کا موروثی مسلک تھا۔ ان کے عظیم والدؒ نے بھی یہی فرمایا تھا کہ

ما مسلک روبہی نہ رفتیم

ما پیروی خراں نہ کردیم

بر مسند فقر یگانہ فردیم

(ہم نے بزدل لومڑیوں کا مسلک اختیار نہیں کیا، نہ ہی ہم نے احمق گدھوں کی پیروی کی ہے۔ ہم فقر کے بوریا نشین اپنی مثال آپ ہیں۔)

سید عطاء المحسن بخاری علیہ الرحمۃ نے مجلس احرار اسلام کو تنظیمی قوت، افرادی طاقت، نظریاتی تربیت اور تحریکی فعالیت کا ایک مضبوط حصار فراہم کیا۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۹۹ء تک، ان کی اڑتیس سالہ جماعتی خدمات کی اپنی ایک تاریخ ہے، جو خونِ دل سے لکھی گئی ہے۔ انہوں نے تحریک مدحِ صحابہ کی تجدید کی۔ جماعت کے شعبۂ تبلیغ (تحریک تحفظ ختم نبوت) کی تنظیم نو کی۔ کفرستان ربوہ (موجودہ، چناب نگر) میں مسلمانوں کی پہلی مسجد تعمیر کی۔ وفاق المدارس الاحرار کی تشکیل کی، کہ جس کے تحت اس وقت تیس (۳۰) دینی ادارے کام کر رہے ہیں۔ ملتان میں مسجد، مدرسہ، دفتر اور لائبریری پر مشتمل عظیم الشان مرکز احرار "دار بنی ہاشم" کے قیام و استحکام کے لیے برسوں محنت کی۔ لاہور میں جماعت کے مرکزی دفتر کے شایان شان جگہ اور عمارت کی فراہمی ممکن بنائی۔ ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" کی صورت میں جماعت کے ترجمان مجلے کی اشاعت کا آغاز کیا....... لیکن ان کی خدمات کا احاطہ ان ادھورے اور سرسری عنوانات سے ممکن نہیں ہے۔ اس کے لیے تو کتنے ہی ذیلی عنوانات، کتنی ہی تفصیلات اور کتنے ہی پس منظری حوالے درکار ہیں۔

آغا شورش کاشمیری مرحوم نے حضرت امیر شریعتؒ کی اولاد کے تذکرے میں لکھا تھا کہ "شاہ جی کے بیٹے.... باپ نہیں، تو باپ کا عکس ضرور ہیں"۔ سید عطاء المحسن علیہ الرحمۃ یقیناً اپنے والد گرامی کا ایک نکھرا نکھرا اور اجلا اجلا عکس تھے۔ ایک روشن نقش۔ یک زندہ نشانی، ایک متحرک تصویر! انہیں ورثے میں بہت کچھ ملا تھا۔ قلندرانہ ادائیں، سکندرانہ جلال، خطابت....... تا بحد کمال! وہ پاکیزہ لحن، حجازی لہجے، مسحور کن قرأت، شگفتہ مزاجی، بذلہ سنجی، حاضر جوابی، علمی استحضار، نکتہ آفرینی، مجلس آرائی، شعر فہمی و سخن شناسی اور انشا پردازی سے مالا مال تھے۔ دیس دیس کی بولی بولنے پر قادر تھے۔ بہت فیاض طبع اور بہت نرم دل، فقر و استغنا کے پیکر.... لیکن نہیں، وہ تو سراپا احرار تھے، سراپا ایثار تھے، اور بس۔

وہ جس مکان میں رہ رہے تھے، اسے سال بھر پہلے، مدرسہ معمورہ کے لیے وقف کر چکے تھے۔ اس سے بھی بہت پہلے، اسی مکان میں سے انہوں نے مدرسہ کی لائبریری اور دفتر، اور طلباء کی درس گاہ و اقامت گاہ کے

لئے جگہ فراہم کی۔ اپنی ذاتی لائبریری ادارے کو عطیہ کی۔ حتیٰ کہ گھریلو استعمال کے برتن، بستر، بچھونے...... سبھی کچھ ادارے کو سونپ دیے۔ گذشتہ نو، دس ماہ سے وہ اپنے مکان کے بیرونی کمرے میں منتقل ہو گئے تھے، اور مکان سارے کا سارا مدرسہ کے حوالے کر دیا تھا۔ جہاں بچیوں کی دینی تعلیم کے شعبے "بستانِ عائشہؓ" کی طالبات صبح سے شام تک قرآن کریم پڑھتیں تو ان کے سرور وطمانیت کا عالم دیدنی ہوتا۔

وفاق المدارس الاحرار کے ماتحت تمام مدارس، کہ جو حضرت سید عطاء المحسن علیہ الرحمۃ کی تولیت میں تھے، ان کی تولیت بھی انہوں نے سال بھر پہلے حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی سربراہی میں ایک چہار رکنی کمیٹی کے سپرد کر دی تھی۔ کمیٹی میں انہوں نے حافظ سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد اسحق سلیمی اور سید مرتضیٰ شاہ صاحب کو شامل فرمایا تھا۔

وہ ایک عرصے سے آہستہ آہستہ، اپنے سر سے "بارِ امانت" اتارتے چلے جا رہے تھے۔ رفقاء و معاونین کو ذمہ داریاں تفویض کر رہے تھے اور معاملات نمٹا رہے تھے۔ یہ اہتمام، انفرادی اور اجتماعی، دونوں طرح کے امور میں بہ التزام و خصوص ملحوظ رکھا جا رہا تھا۔ ایام علالت و معذوری کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ بلاتاخیر ادا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ انتقال سے ہفتہ بھر پہلے، رجب کے آخری دنوں میں، واجب الادا فدیہ صلوٰۃ کا حساب لگوایا، جس میں پورے ماہ شعبان کی نمازوں کو بھی پیشگی شامل کیا۔ فدیہ ادا فرمایا، اور پھر ۳ شعبان کو رحلت فرما گئے۔

ع .... وہ جو قرض رکھتے تھے جان پر، وہ حساب آج چکا دیا

سید عطاء المحسن بخاری علیہ الرحمۃ، ذیابیطس کے ۲۴، ۲۵ سال پرانے مریض تھے لیکن انہوں نے بیماری کو کبھی اپنی تگ و تاز میں حارج اور اپنی تب و تاب پر غالب نہ ہونے دیا۔ ۱۹۹۲ء میں ان پر فالج کا حملہ ہوا تو صحت ایک طرح سے بدل گئی۔ گو وہ مہینوں میں ہی صحت یاب ہو گئے اور معمولات بھی بحال ہو گئے۔ لیکن وہ پہلی سی بات پھر کبھی نہ ہو سکی۔ چھوٹے چھوٹے عوارض، وقفے وقفے سے سر اٹھانے اور طول کھینچنے لگے۔ اولاد تھی ہی نہیں۔ اہلیہ ذیابیطس اور فشارِ خون کی پرانی مریضہ تھیں اور عمر کے آخری چار، پانچ سال وہ نیم مفلوج حالت میں بستر علالت پر رہیں۔ سید عطاء المحسن علیہ الرحمۃ اہلیہ کی تیمارداری اور خاطر داری میں یوں جتے رہے کہ اپنی تکالیف یکسر بھلا دیں۔ جولائی ۹۸ء میں اہلیہ کا انتقال ہوا، تو ان کی تنہائی یک دم بڑھ گئی اور طبیعت بالکل بجھ گئی۔ لیکن تعطل و جمود ان کی فطرت سے بعید تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق اور اپنی بے مثال ہمت مردانہ سے انہوں نے تبلیغی و تنظیمی مصروفیات اور اسفار و تقاریر کا سلسلہ منقطع نہ ہونے دیا۔ انہیں پنڈلیوں اور پاؤں پر ورم اور خارش کی شکایت، گزشتہ ڈیڑھ دو سال سے رہنے لگی تھی۔ اکتوبر ۹۸ء میں اچانک وہ موسمی اثرات کی زد میں آئے اور مہینہ بھر صاحب فراش رہے۔ طبیعت کچھ بحال ہوئی تو مصروفیات بہت کچھ بحال ہو گئیں۔ تاہم ضعف کے سبب سفر سے گریز ہی رہا۔ مارچ ۹۹ء میں البتہ چناب نگر، سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لیے اور اپریل ۹۹ء میں لاہور، مجلس احرار اسلام کے نئے مرکزی دفتر کے افتتاح کے لیے تشریف لے گئے۔ اس دوران میں علالت و نقاہت عود

کر آئی تو احباب لاہور کے اصرار پر وہ قریباً سوا دو مہینے بغرض علاج دفتر احرار لاہور میں قیام فرما رہے۔ ڈاکٹروں نے گردوں کی خرابی تشخیص کی۔ قریباً پندرہ دن کے لیے ایک ہسپتال میں بھی داخل رہے۔ روبصحت ہونے تو ۱۸ جون (۹۹ء) کو ملتان تشریف لے آئے۔ علاج جاری رہا لیکن مکمل افاقے کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ ۴۔ ستمبر ۹۹ء کو وہ پھر لاہور تشریف لے گئے۔ اور "یوم تحفظ ختم نبوت" (۷، ستمبر) کے اجتماع میں شرکت فرما کر، ۱۳ ستمبر ۹۹ء کو ملتان واپس آئے۔ علاج بدستور جاری تھا کہ اکتوبر کے آغاز میں ان کے معالج اور مخلص ڈاکٹر عبدالرب صاحب نے اقارب و احباب کو بتایا کہ علامات مرض میں اچانک تبدیلی آرہی ہے جو اچھی نہیں۔ اب تک تو ذیابیطس کے زیر اثر، فعل گردہ کی خرابی کا مسئلہ تھا لیکن اب جگر اور دل بھی صحیح کام کرتے دکھائی نہیں دیتے یہ بالکل مختلف تکلیف ہے۔ مناسب یہی ہے کہ انہیں ہسپتال میں داخل کروا دیا جائے تاکہ بہتر طریقے سے دیکھ بھال ہو سکے۔ شاہ جی اس پر آمادہ تو نہ تھے مگر تیسرے عشرے میں ہی طبیعت اس قدر تیزی سے بگڑی کہ حالت تشویش ناک ہوگئی۔ ۲۴۔ اکتوبر (۱۹۹۹ء) کو ملتان کے معروف معالج اور نشتر ہسپتال کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد علی صاحب نے انہیں باصرار قائل کر کے، ہسپتال میں اپنے وارڈ میں داخل کرلیا، اور پھر خدمت کا حق ادا کیا۔ ۱۰ نومبر کی دوپہر اچانک انہیں دل کا دورہ پڑا۔ فوری طبی امداد سے طبیعت سنبھل گئی لیکن ۱۱ نومبر کو صبح پونے تین بجے دوبارہ اور ۱۲ نومبر کو صبح اڑھائی بجے سہ بارہ، وہ اسی کیفیت سے گذرے۔ اور پھر

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں ، کچھ نہ دوا نے کام کیا

دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

مہینے بھر کی بیماری دل ہی مرض الموت ثابت ہوئی۔ ۱۲، نومبر کو جمعہ کا دن تھا، اور شاہ جی کو شاید اسی کا انتظار تھا۔ دن کے قریباً ساڑھے گیارہ بجے، انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، رختِ سفر باندھا اور رفیقِ اعلیٰ سے ملنے عقبیٰ کو چلے گئے۔

انتقال کی خبر تیزی سے ملک بھر میں، بلکہ بیرون ملک بھی پھیل گئی۔ اجتماعات جمعہ میں لاکھوں لوگوں نے دعائے مغفرت کی۔ ان کی تدفین سے قبل ہی حرمین شریفین میں دعائیں مانگی گئیں۔ کئی مخلصین نے عمرے بھی کیے۔ ریڈیو پاکستان، پاکستان ٹیلی ویژن اور بی بی سی لندن نے خبر نشر کی۔ ٹیلیفون کالوں اور تعزیت و زیارت کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ نماز عصر سے پہلے میت کو غسل دیا گیا۔ غسل میں حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد وکیل بخاری، سید محمد کفیل بخاری، سید محمد ذوالکفل بخاری، سید عطاء اللہ بخاری، سید مرتضیٰ بخاری، ابو میمون اللہ بخش، حافظ ضیاء اللہ، حافظ محمد امتیاز، حافظ محمد طاہر اور حافظ سید عمر مجتبیٰ شریک ہوئے۔ جسم بالکل نرم تھا اور چہرہ بہت تازہ، بہت شاداب، بہت پرسکون!

عصر کے بعد میت، شاہ جی کے مکان کے اسی بیرونی کمرے میں رکھ دی گئی جہاں انکا وجود رونق، روشنی اور زندگی کی علامت ہوا کرتا تھا۔ دور دور سے مخلصین و محبین کی آمد اور زیارت کا سلسلہ رات بھر جاری رہا۔ بے شمار حضرات صبح پہنچے۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے جنازہ اٹھا تو کندھا دینے والے شمار میں نہ آتے تھے۔

حد نگاہ تک ایک بہت بڑا قافلہ تھا جو قافلہ سالار کو کندھوں پر لیے چل رہا تھا۔ سبھی اشکبار، سبھی رقت و کرب میں ڈوبے ہوئے۔ دامن صبر تھا کہ چھوٹ چھوٹ جاتا تھا۔ جنازے کے آگے آگے مجلس احرار کے سرخ پرچم اٹھائے ہوئے رضاکار چل رہے تھے۔ میت پر سرخ پرچم پھیلا ہوا تھا۔ جنازہ سپورٹس گراؤنڈ پہنچا تو ہجوم دو چند ہو گیا۔ ساڑھے نو بجے، حضرت شاہ جی علیہ الرحمۃ کے استاد اور جامعہ خیر المدارس کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہ نے اپنے مایہ ناز اور قابل فخر شاگرد کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہی وسیع و عریض گراؤنڈ تھی جہاں اگست ۱۹۶۱ء میں حضرت امیر شریعتؒ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی۔ اور یہ ملتان کی تاریخ کا سب سے بڑا جلوس جنازہ تھا۔ قریباً تین لاکھ انسانوں پر مشتمل۔ پھر اسی گراؤنڈ میں اکتوبر ۱۹۹۵ء میں حضرت جانشین امیر شریعتؒ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور آج ۱۳ نومبر ۱۹۹۹ء کو یادگار امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری علیہ الرحمۃ کی نماز جنازہ پڑھی جا رہی تھی۔ نماز ختم ہوئی تو ہر طرف سر ہی سر نظر آتے۔ بلا مبالغہ دس ہزار سے کچھ زیادہ انسان۔ لوگ ایک دوسرے سے لپٹ رہے تھے۔ بلک بلک کر رو رہے تھے۔ اور یہ سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کمائی تھی۔ ایک فقیر اور درویش کی کمائی۔

نماز جنازہ میں تنظیم اہل سنت کے سربراہ مولانا عبدالستار تونسوی، مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مجلس کے رہنما صاحبزادہ طارق محمود، جمعیت علمائے اسلام کے رہنما مولانا مطیع الرحمن درخواستی، سپاہ صحابہ کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، جامعہ خیر المدارس کے مہتمم قاری محمد حنیف جالندھری، جامعہ قاسم العلوم کے مہتمم مولانا عبدالبر محمد قاسم، نائب مہتمم مولانا محمد یسین، خیر المعارف اکیڈمی کے سربراہ اور ماہنامہ "الخیر" کے مدیر مولانا محمد زاہد اور جامعہ فاروق اعظم کے مہتمم مولانا کریم بخش نمایاں تھے۔ لاہور سے قاری عبدالحی عابد اور نذیر احمد غازی (سابق ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پنجاب) اور اسلام آباد سے مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی تشریف لائے ہوئے تھے۔ لیکن یہ چند نام ہیں۔ یہاں اسم شماری مقصود ہے نہ یہ اس کا محل ہے۔ کتنے ہی نام بلکہ اکثر نام وہ ہیں جو یاد نہیں رکھے جا سکے۔ حتیٰ کہ معلوم بھی نہیں کیے جا سکے۔ مشائخ، علماء، طلباء، ادباء، شعراء، دانشور، صحافی، وکلاء، سیاستدان، مزدور کسان سبھی موجود تھے۔

یہ کون اٹھا کہ پیرو برنا شکستہ دل خستہ گام پہنچے
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم، خواص پہنچے عوام پہنچے

جنازہ احاطۂ مزار امیر شریعت تک پہنچا۔ میت کو لحد تک پہنچانے اور قبر میں اتارنے کی سعادت حضرت شاہ جی کے دونوں چھوٹے بھائیوں حضرت سید عطاء المومن بخاری مدظلہ، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، بھتیجوں ابن ابوذر سید محمد معاویہ بخاری، سید عطاء اللہ بخاری، بھانجے حافظ سید محمد کفیل بخاری، سید مرتضیٰ بخاری اور معمار احرار ابو ہند محمد عبداللہ کو نصیب ہوئی۔ امیر شریعت کا سعادت مند اور جرأت مند بیٹا ان کی خدمت میں جا پہنچا۔ جانشین امیر شریعت کا دست و بازو اور ام الاحرار کا لاڈلا لخت جگر ماں اور بھائی کے قدموں میں، اور اپنی دکھیاری اہلیہ کے برابر میں جا سویا۔

ع...... تری لحد پر خدا کی رحمت، تری لحد کو سلام پہنچے

سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ

میرے محسن ، میرے مربی
امیر احرار ، ابن امیر شریعت

سید محمد کفیل بخاری

میرے محسن و مربی، بہت ہی شفیق ماموں، استاد، دوست اور مونس و غم خوار حضرت سید عطاء المحسن بخاری بھی رخت سفر باندھ کر عقبیٰ کو چلے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں ان کے احسانات، کرم فرمائیوں اور شفقتوں کا بے حد ممنون ہوں۔ میری توتلی زبان پر نورانی قاعدہ کی الف با جاری کرنے سے لے کر ۴۱ سال کی عمر تک انہوں نے ہر مقام پر میری تربیت کی۔ آدابِ مجلس، آداب گفتگو، اخلاق، اعمالِ دینیہ خصوصاً عبادات، تحریر و تقریر، اجتماعی و تحریکی عمل میں حوصلہ و استقامت، غرض تمام امور میں باپ اور مربی کی طرح میری تربیت و نگرانی اور اصلاح فرمائی۔ ڈانٹ ڈپٹ اور محبت و شفقت دونوں طرح سے انہوں نے مجھے اپنی شخصیت کا اسیر کر لیا تھا۔ مجھ میں جتنی خوبیاں ہیں اسی محسن و مربی کی دعاؤں اور تربیت کا نتیجہ ہیں۔ جو خامیاں ہیں وہ میری غفلتوں کا شاخسانہ ہیں۔

میں عمر بھر کسی موقع پر اتنا غمگین نہیں ہوا۔ موت تو سب کو آنی ہے۔ مگر اپنے محسن و قائد کا اتنی جلدی چلے جانے کا کبھی خیال تک نہیں آیا تھا۔ میں بہت کچھ لکھنا چاہتا ہوں، ضرور لکھوں گا، میرا دل انکی محبت بھری یادوں سے معمور ہے۔ میرا دماغ ان کی گل افشانیوں سے آج بھی معطر ہے۔ انہیں ہم سے رخصت ہوئے ۲۲ روز ہو چکے ہیں مگر کیا کروں کہ ہزار کوشش کے باوجود تادمِ تحریر قلزمِ غم میں ڈبکیاں لے رہا ہوں۔ کچھ سجھائی نہیں دیتا، کچھ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ وہ ایک شخص کہ جو میری زندگی میں محبتوں اور چاہتوں کی ایسی خوشبو بکھیر گیا جس سے میرے فکر و خیال اور علم و عمل کا مشام آج بھی عطر بیز ہے اور اس کی مہک ہمیشہ باقی رہے گی۔ لیکن ان کے بغیر ہر چیز سونی سونی اور اداس اداس لگتی ہے۔ ع

وہ کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

ان کی محبت و شفقت اور خلق کا یہ عالم تھا جو بھی ان کی کٹیا میں آیا پہلی ہی ملاقات میں ان کی محبت کا اسیر ہو گیا۔ وہ اپنے عظیم والد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے خلق کا نمونہ تھے۔ ایک حوصلہ مند انسان، استقامت کا پہاڑ، بہت ہی بہادر اور بہادروں سے محبت کرنے والا، اسلاف احرار کی روایات کا امین، خطابت میں یکتا، قرآن کا حافظ و قاری، مقری و مجوّد، عالم با عمل، شگفتہ مزاج، شاعر و ادیب، کالم نگار، صحافی، منکسر المزاج، پیکر عجز و نیاز، درویش خدامست، متوکل علی اللہ، سالک و صوفی، نمود و نمائش اور شخصیت سازی سے یکسر عاری، علم دوست، غرض کتنی ہی خوبیاں تھیں جو اللہ کے اس بندے میں جمع ہو گئی تھیں۔ بیماری کے ایام میں کبھی اپنی تکلیف پر شکوہ نہیں کیا۔ احباب صبح و شام آتے ہر

وقت دروازہ کھلا رکھتے۔ نہ کسی کو انتظار کی زحمت نہ ملاقات میں دقت، کوئی پرائیویٹ سیکرٹری اور نہ کوئی پروٹوکول آفیسر، بلکہ ایسی زندگی سے سخت تنفر تھا۔ مصافحہ کرتے تو اس وقت تک ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک ملاقاتی خود ہاتھ نہ کھینچ لے، والہانہ انداز میں ملتے، چہرہ متبسم اور تحسین و تشکر کے الفاظ زبان پر جاری ہوتے۔ احباب پوچھتے.........

شاہ جی کیا حال ہے؟

اللہ کا شکر ہے

آج طبیعت زیادہ خراب لگتی ہے؟

الحمدللہ

شاہ جی آپ تو صابر و شاکر بندے ہیں، تکلیف کا اظہار ہی نہیں کرتے؟

اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے اپنی مخلوق میں کئی لوگوں سے بہتر رکھا ہوا ہے۔

یہ بھی کیا بات ہوئی کہ میں اللہ کی ساری نعمتوں کو جھٹلا کر اس تکلیف کا شکوہ کروں الحمدللہ. ثم الحمدللہ۔

● ۲۰، اکتوبر ۱۹۹۹ء کو ان کی طبیعت زیادہ بگڑی میں نے عرض کیا یہ اچانک ایسا کیوں ہوا؟ لگتا ہے آپ نے دوا ترک کر دی ہے۔ کیوں کہ گزشتہ ہفتے صحت کافی بہتر تھی۔

فرمانے لگے، یار..... دس دنوں سے دوا نہیں کھا رہا۔ میں نے افسوس اور تعجب کا اظہار کیا تو آبدیدہ ہو گئے۔ چند احباب کی موجودگی میں فرمانے لگے (پنجابی میں)

"پتر ہُن میرے دم دا جھولا ای ہے۔ ماے تیرے دا کم مُک گیا اے، اپنا آپ تے جماعت دا سب کجھ سنبھال لے۔ کسے دا وسا نہ کریں۔ مینوں پتہ اے میرے بعد تہانوں بڑی پریشانی آونی اے، پتر تکڑا ہو جا"۔

(بیٹے اب میرے وجود کا سایہ ہی ہے، تیرے ماموں کا کام تمام ہو گیا ہے۔ اپنے اور تمام جماعتی امور سنبھال لو، کسی کا بھروسہ نہ کرنا۔ مجھے معلوم ہے کہ میرے بعد تمہیں بہت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بیٹے، استقامت اختیار کرنا۔)

اپنے محسن ماموں کی باتیں سن کر دل کو دھکا سا لگا۔ میں آبدیدہ ہو کر غم و یاس کی کیفیت میں گم سم کافی دیر ان کے پاس بیٹھا رہا۔ انہیں تسلی دیتا رہا کہ آپ مایوسی کی باتیں نہ کریں۔ پھر انہوں نے حسبِ عادت گپ شپ شروع کر دی، وہی شگفتگی، ہنسی، چہرے پہ بشاشت، جیسے وہ بیمار ہی نہیں۔

۲۴، اکتوبر کو لاہور میں مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس تھا۔ میں گومگو اور تذبذب کا شکار تھا۔ جاؤں کہ نہ جاؤں! انہیں اس حال میں چھوڑ کر جانے کو جی بھی نہیں چاہتا تھا۔ ۲۳، اکتوبر کی شام میں نے حوصلہ کر کے عرض کیا کہ کل لاہور میں مجلس عاملہ کا اجلاس ہے۔ فرمایا "بیٹا جی ضرور جاؤ۔ ایجنڈا کیا ہے؟ کیا فیصلے کرو گے؟ میں نے چند باتیں اجمالاً عرض کیں تو بھرپور حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اپنی رائے بھی

دی اور جانے کا حکم بھی فرمایا۔ تب ایسا لگ رہا تھا وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ یہ جماعت کے ساتھ ان کی بے پناہ محبت کا اظہار تھا۔ وہ فنافی الاحرار اور سراپا احرار تھے۔

گذشتہ تین روز سے شدت مرض کی وجہ سے ان کی حالت بہت تشویش ناک تھی جس سے ہم سب پریشان تھے۔ لحہ بہ لحہ طبیعت میں تغیر پیدا ہو رہا تھا۔ ویسے تو اکتوبر کے اوائل میں برادر محترم ڈاکٹر عبدالرّب نیاز صاحب نے ہمیں خبردار کیا تھا کہ شاہ جی کے گردوں کا مرض اتنا تشویشناک نہیں ہے اس میں بہتری پیدا ہو رہی ہے۔ لیکن ان کا جگر خراب ہو چکا ہے ساتھ ہی دل کا عارضہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ اور یہ ایک مہینہ آپ کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ آپ شاہ جی کو فوراً ہسپتال داخل کریں۔ اگر خدا نخواستہ کوئی حادثہ ہوا تو دل کی وجہ سے ہو گا۔ لیکن شاہ جی کے صبر و حوصلہ اور شگفتہ مزاجی نے ہماری امید و آس کا قصہ دراز کر دیا تھا۔

ن ہم ۲۳، اکتوبر کو راقم، بھائی سید محمد ذوالکفل بخاری، چچا سید مرتضیٰ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن ہاشمی، ڈاکٹر عبدالرب نیاز صاحب اور ڈاکٹر محمد علی صاحب سے مشورہ کے بعد ہسپتال میں داخل کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن شاہ جی ہسپتال جانے کے لئے قطعاً تیار نہ تھے۔ اب ان کو آمادہ کرنے کا مسئلہ تھا۔ محترم ڈاکٹر محمد علی صاحب نے فرمایا یہ مجھ پر چھوڑ دیں میں خود آ کر شاہ جی کو منا لوں گا۔

۲۳، اکتوبر کی صبح سے شام تک میں مسلسل ان کے کمرے میں حاضری دیتا رہا اور باقاعدہ دوائی کھلاتا رہا۔ عشاء کے بعد حاضر ہو کر لاہور جانے کی اجازت چاہی تو انہوں نے نہایت والہانہ انداز میں مصافحہ کیا اور دعاؤں کے ساتھ مجھے رخصت کیا۔ عرض کیا کل شام تک آپکی خدمت میں واپس لوٹ آؤں گا۔ تمام رات سفر میں کاٹی اور نہایت حزن و یاس اور پریشانی کے عالم میں۔ صبح لاہور پہنچ کر ملتان فون کیا تو بھائی ذوالکفل نے بتایا کہ ۷ بجے ڈاکٹر محمد علی صاحب نے آنا ہے۔ ۹ بجے فون کیا تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب نے شاہ جی کو آمادہ کر لیا ہے۔ اور تھوڑی دیر میں ہم انہیں لے کر ہسپتال جا رہے ہیں۔ مجلس عاملہ کا اجلاس ایک گھنٹہ جاری رہا۔ دورانِ اجلاس ۱۲ بجے پھر فون کیا تو چچا سید مرتضیٰ بخاری نے بتایا کہ ابھی ہسپتال چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ جاتے ہی ادویات اور انجکشن شروع کر دیئے ہیں اور طبیعت صبح کی نسبت قدرے بہتر ہے۔ اور شام کو ایک تقریب میں شرکت کی وجہ سے مجھے مجبوراً رکنا پڑا۔ رات ۸ بجے فون کیا تو خبر حوصلہ افزا تھی۔ اسی طرح رات ساڑھے دس بجے پھر فون کیا تو بھائی ذوالکفل نے کچھ اطمینان دلایا۔ خال مکرم حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم، مولانا محمد اسحٰق سلیمی اور بھائی عبداللطیف خالد چیمہ بھی لاہور ہی میں تھے اور ۲۴، کا سارا دن شاہ جی کے لئے دعاءِ صحت میں گزرا۔ حضرت پیر جی مدظلہ نے مغرب کے بعد خصوصی طور پر سورۃ یٰسین اور سورۃ واقعہ پڑھنے کا حکم دیا اور تمام احباب تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے۔ پھر طویل دعاء کرائی۔ ۲۵، اکتوبر کی دوپہر ملتان واپسی کے لئے تیاری کر ہی رہا تھا کہ چچا سید مرتضیٰ بخاری نے فون پر بتایا کہ تمہاری اہلیہ کی طبیعت بہت خراب ہے اور شام کو آپریشن ہے فوراً پہنچو۔ شام کو ملتان پہنچا۔ دو طرفہ

پریشانی۔ کبھی اس ہسپتال، کبھی اُس ہسپتال۔ تمام رات اسی حالت میں گزری۔ ماموں جی کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنی بیماری بھول کر میری پریشانی کا فکر کرنے لگے۔ بار بار میری اہلیہ کی خیریت دریافت کرتے رہے۔ دعائیں فرماتے رہے۔ ۴، نومبر تک روزانہ ان کی خدمت میں دو تین مرتبہ حاضری ہوتی۔ ناشتہ اور شام کا کھانا لیکر جاتا تو ہشاش بشاش نظر آتے۔ میرا انتظار کرتے۔ کبھی تاخیر ہو جاتی تو فرماتے "یار دیر نال آیاں ایں" میں عذر پیش کرتا تو کمال شفقت و مہربانی سے قبول فرماتے۔

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ بھی ۲۶/ اکتوبر کی صبح ملتان پہنچ گئے، چند روز قیام کیا اور روزانہ ہسپتال حاضر ہوتے رہے۔ پھر حضرت کی اجازت سے ضلع رحیم یار خان کے تبلیغی و تنظیمی اسفار پر روانہ ہو گئے۔

مولانا محمد اسحق سلیمی مسلسل حاضر ہوتے رہے۔ شاہ جی کی صحت بہتر ہو رہی تھی اور طبیعت سنبھلتی چلی جا رہی تھی۔ ۳، نومبر کی شام حاضر ہوا تو رات گئے تک گفتگو فرماتے رہے۔ علم و حکمت اور لطائف و ظرائف کے موتی بکھیرتے رہے۔ کئی اشعار سنائے، مجھے فرمانے لگے:

"یار ویکھ کنا چنگا شعر اے" (یار دیکھو کتنا اچھا شعر ہے۔)

ملے فرصت تو رونے سے کسی شب
ستاروں کی گھنی چھاؤں میں سو نیں

پھر موت کو یاد کرنے لگے اور اللہ کی بارگاہ میں حصولِ رحمت کی دعا کرنے لگے۔ آخری دنوں میں کثرت سے موت کو یاد کرتے اور ایمان پر خاتمہ کی دعا کرتے۔

فرمانے لگے ایک اور شعر سنو، دیکھو کتنا سادہ، مختصر اور مکمل ہے۔

کتنا مختصر ہے فسانہ زندگی کا
دو ہچکیوں میں ٹوٹا پیمانہ زندگی کا

پھر یہ دعا پڑھی الحمدللہ الذی فضلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا شکر ہے اللہ کا جس نے اپنی مخلوق میں بہت لوگوں پر مجھے فضیلت دی۔

اس دن انہوں نے مجھ سے بہت باتیں کیں ان کا دل چاہتا تھا میں بیٹھا رہوں جب انہیں نیند آنے لگی تو میں اجازت لے کر چلا آیا۔

دو روز قبل میرے عزیز ترین اور مخلص دوست جاوید اختر بھٹی ہسپتال ملنے آئے تو اس وقت شاہ جی کو شدید سردی لگ رہی تھی اور کپکپی طاری تھی۔ بھٹی صاحب نے سلام کیا تو اس تکلیف کی حالت میں بھی انہیں سلام کا جواب دیا۔ بھٹی صاحب سے یہ حالت دیکھی نہ گئی اور فوراً اٹھ کر باہر چلے گئے۔ میں پاس ہی ٹھہرا رہا، گرم چادر اور لحاف اوپر ڈالا، ان کے پیچھے بیٹھ کر کندھوں اور کمر کو دبانے لگا۔ کچھ دیر بعد طبیعت

بحال ہو گئی۔ میں کمرے سے باہر آیا اور دیکھا جاوید بھٹی گُم سُم بیٹھے ہیں۔ کہا آؤ اندر چلیں اب طبیعت بہتر ہے کہنے لگے جس شخص کو ہنستے مسکراتے، شگفتہ باتیں کرتے دیکھا ہے اس کی یہ تکلیف مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔ میں پھر آؤں گا۔ کئی برس پہلے بھٹی صاحب ایک دفعہ میرے ساتھ میرے محسن ماموں جی کو ملے تھے، بس ایک ہی ملاقات میں ان کی محبت کے اسیر ہو گئے۔ وہ آتے تو شاہ جی کی طبیعت کھل جاتی۔ ان کے ظریفانہ جملوں اور تشبیہات سے بہت لطف اندوز ہوتے۔ جاوید بھٹی بذلہ سنج اور مجلسی آدمی ہیں۔ کتاب سے تعلق رکھتے ہیں، خوب پڑھتے اور لکھتے ہیں انہی خوبیوں کی وجہ سے شاہ جی ان سے محبت کرتے تھے۔

۴، نومبر کی شام حسب معمول مجلس جاری تھی۔ اور شاہ جی خوش باش۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت پیر جی مدظلہ کل ملتان تشریف لے آئیں گے۔ اور پھر چند روز آپ کے پاس رہیں گے۔ کل سے ضلع رحیم یار خان میں جماعت کے تبلیغی اجتماعات شروع ہو رہے ہیں۔ اور پھر جماعت نے ان میں شریک ہونے کے لئے مجھے پابند کیا ہے۔ میرا جی تو نہیں چاہتا کہ آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ لیکن یہ ذمہ داریاں بھی تو آپ ہی نے میرے گلے کا ہار بنائی ہیں۔ اب حکم فرمائیں جاؤں کہ نہ جاؤں؟

فرمایا:

"جی تے میرا وی نہیں کردا کہ توں ٹُر جاویں پر جانے بغیر کم وی نہیں ہوندا۔ توں جا، اللہ کرم کرے گا"۔

(جی تو میرا بھی نہیں چاہتا کہ تم اب جاؤ مگر جانے بغیر کام بھی نہیں چلتا، تم جاؤ اللہ کرم کرے گا)

مجھے والہانہ مصافحے اور دعاؤں سے رخصت کیا۔ میں رات بھر سفر کر کے علی الصبح رحیم یار خان پہنچا۔ پہنچتے ہی فون کر کے خیریت دریافت کی تو جواب اطمینان بخش تھا لیکن دل اب مطمئن نہیں رہا تھا۔ روزانہ صبح و شام فون پر خیریت معلوم کرتا رہا۔ اچھی خبریں ملنے کے باوجود اپنی بے قراری اور اضطراب پر قابو نہ پا سکا۔ آخر ۹ نومبر کو اگلے دو دن پروگرام منسوخ کر کے ملتان واپسی کا سفر کیا۔ رات ڈیڑھ بجے گھر پہنچا۔ خیریت کی خبر پا کر قدرے اطمینان ہوا۔ ۱۰ نومبر کی صبح حاضری ہوئی تو طبیعت اچھی تھی۔ فرمانے لگے گوشت کی یخنی سے اب طبیعت اکھڑ گئی ہے۔ کل سے سبزیوں کا سوپ بنا کر لاؤ۔ عرض کیا ان شاء اللہ بنوا کر لاؤں گا۔

فرمایا اب میں بہت بہتر ہوں۔ تین دن اور دیکھتا ہوں اگر طبیعت اسی طرح بحال رہی تو مجھے گھر لے چلو۔ یہی دوائیں گھر پر کھاتا رہوں گا۔ پھر فرمایا کہ آج مدرسہ کے تمام بچوں کو مرغ پلاؤ پکوا کر کھلاؤ، گوشت زیادہ ڈالنا، بچے خوب پیٹ بھر کے کھائیں، کنجوسی نہ کرنا۔ میں نے فوراً اہتمام کیا اور سب بچوں کو خوب کھلایا۔ ہسپتال جا کر اطلاع دی تو بہت خوش ہوئے اور اپنی جیب سے اس کا خرچ ادا کیا۔

دوپہر کو اپنے بیٹے صبیح الحسن کے شدید اصرار پر اسے ساتھ لے کر دوبارہ حاضر ہوا تو دیکھ کر بہت پریشانی ہوئی۔ سانس اکھڑی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے۔ "بس یار بن قصہ ختم اے" میں نے تسلی دی اور ڈاکٹر صاحب کے کمرہ میں جا کر انہیں کیفیت بتائی۔ انہوں نے بتایا کہ دل کا دورہ پڑا ہے۔ ہم ادویات دے چکے ہیں ان شاء اللہ طبیعت سنبھل جائے گی۔

پونے پانچ بجے شام طبیعت سنبھل گئی۔ میں نے بتایا کہ عزیزم صبیح الحسن کا حفظِ قرآن اس ہفتے میں مکمل ہوجائے گا۔ فرمایا: ماشاء اللہ پھر آبدیدہ ہوگئے۔ شاید اس خیال سے کہ میں اس خوشی میں شریک بھی ہوسکوں گا یا نہیں؟ میں نے عرض کیا اس کے لیے دعا کریں اور اجازت دیں کہ میں اسے گھر چھوڑ آؤں۔ اس نے ابھی سبق سنانا ہے۔ یہ صرف آپ سے ملنے آیا تھا۔ فرمایا جاؤ۔ نمازِ مغرب میں نے واپس ہسپتال پہنچ کر ادا کی۔ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم، سید مرتضیٰ بخاری اور برادر عزیز سید محمد ذوالکفل بخاری سب موجود تھے۔ شاہ جی دیر تک اپنی باتوں سے خوشبو بکھیرتے رہے۔ ڈاکٹر محمد طاہر امراضِ دل کے شعبہ میں ہوتے ہیں اور شاہ جی سے بہت ہی بے تکلف تھے۔ وہ دیکھنے آئے تو فرمایا ڈاکٹر صاحب اب مجھے گھر جانے دیں۔ انہوں نے مزاحاً کہا شاہ جی! یہاں والے "عزرائیل" سے آپکی لڑائی ہے۔ مدرسہ میں بھی تو وہی آئے گا۔ آپ دوا کھاتے ہیں۔ فرمایا ڈاکٹر صاحب اب دوا نہیں کھاؤں گا۔ ڈاکٹر طاہر صاحب نے کہا شاہ جی سنت سمجھ کر کھالیں۔ یہ سن کر دوائی کھالی۔ ڈاکٹر طاہر نے باہر آکر مجھے صاف صاف کہہ دیا کفیل بھائی! اب شاہ جی ہمارے مہمان ہیں۔ آپ اس حقیقت کو تسلیم کرلیں۔ اور ذہنی طور پر تیار ہو جائیں۔ ان کی شگفتگی کو نہ دیکھیں۔ انسانی تدبیریں سب الٹی ہوگئی ہیں۔

میں واپس آیا تو مجلس گرم تھی فرما رہے تھے: میں نے تمہاری بڑی بہن کو ۶ پارے قرآن دیکھے بغیر زبانی حفظ کرائے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ نے مجھے بھی نورانی قاعدہ اور آخر دو پارے حفظ کرائے تھے۔ ہنس کر فرمانے لگے تم میرے شاگرد بھی ہو۔ عرض کیا الحمد للہ۔ پھر تازہ لکھی ہوئی نظم جیب سے نکال کر مجھے عطا کی اور پڑھ کر سنائی۔ فرمایا کہ ایک نظم ذوالکفل کو دی ہے اور دوسری یہ ہے۔ اس مرتبہ "نقیب" میں دونوں شائع کرنا۔ لاہور سے طارق عزیز (گورنمنٹ کالج کا طالب علم) آیا تو اس نے کالج میگزین "راوی" پڑھنے کو دیا۔ اوٹ پٹانگ شاعری پڑھ کر لطف اندوز ہوتا رہا اور یہ نظم پانچ منٹ میں ہوگئی ہے۔

پھر نقیب ختم نبوت کے نومبر کے شمارہ کی تحسین فرمائی۔ سید یونس الحسنی کے مضمون "کالا کوٹ" اور محمد عمر فاروق کے "ثبوت حاضر ہیں" کی بہت تعریف کی۔ فرمایا ماشاء اللہ دل خوش ہوگیا ہے خوب لکھا ہے۔

انہیں اپنی قضا نمازوں کا بہت دکھ اور قلق تھا۔ مجھے بار بار فرماتے کہ حساب کرکے میری رقم سے فوراً فدیہ ادا کرو۔ میں نے حساب لگا کر فدیہ ادا کیا تو بہت اطمینان محسوس کیا۔ فرمایا الحمد للہ۔ میرا بوجھ ہلکا ہوگیا ہے۔ شاہ جی کے عزیز ترین دوست محمد یوسف باوا روزانہ ہی آتے تھے۔ انہیں دیکھ کر، مل کر بہت خوش ہوتے تھے۔ اس شام انہیں نماز کی پابندی کی بہت سخت تلقین کی اور فرمایا کہ اب کیا انتظار ہے۔ اس غفلت کو ترک کردو۔ بھائی یوسف کی روایت ہے کہ اس روز بہت زیادہ تلقین فرمائی اور میں نے نماز کی پابندی شروع کردی۔

رات گیارہ بجے میں گھر لوٹا تو بالکل ٹھیک معلوم ہو رہے تھے۔ ۱۱ نومبر کو صبح پہنچا تو طبیعت بہت بگڑی ہوئی تھی، سانس اکھڑی اکھڑی اور نقاہت بہت زیادہ۔ حضرت پیر جی مدظلہ اور سید مرتضیٰ بخاری

میرے ساتھ ہی تشریف لے گئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا قریب آؤ۔ اور قریب آؤ، میں قریب ہوا تو میرا منہ چوما اور فرمایا "اب سفر ہے، میرا کام ختم ہو چکا ہے" میں ان کو تسلی دیتا اور اپنے آپ کو بھی، مگر وہ مسلسل فرماتے رہے "دھوکے میں نہ رہو اور اب مجھے گھر لے چلو" ڈاکٹروں نے مجھے بتایا کہ رات پونے تین بجے دوسرا دورہ پڑا ہے۔ ۱۱۔ نومبر کا دن بڑی بے چینی اور اضطراب میں گزرا۔ ذرا طبیعت سنبھلتی تو چہرے پر وہی بشاشت لوٹ آتی۔ رات گیارہ بجے طبیعت میں کچھ ٹھہراؤ آیا تو میں اجازت لے کر گھر لوٹا۔ ساتھ ہی حافظ محمد ضیاء اللہ سے کہا کہ اگر کوئی پریشانی ہے تو فوراً مجھے فون کر دینا۔ ڈھائی بجے شب فون کی گھنٹی بجی۔ والد محترم نے فون سن کر مجھے اٹھایا تو میرا دل دہل گیا۔ فرمایا کہ فوراً ہسپتال پہنچو۔ "لالہ جی" کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ (گھر کے تمام بڑے انہیں لالہ جی کہتے اور ہم بہن بھائی "لالے ماموں") پونے تین بجے میں پہنچا تو سانس بہت اکھڑی ہوئی تھی۔ اس حالت میں بڑی بے تکلفی سے میری طرف مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور اس انداز میں کہ "ہاتھ لا استاد" میں نے ان کا ہاتھ تھاما تو سورۃ "ق" کی یہ آیت پڑھی" وجاءت سکرۃ الموت بالحق۔ پھر فرمایا بس آخری وقت ہے۔ سینے سے نیچے کام ختم ہو چکا ہے۔ میں نے پھر تسلی دی اور ڈاکٹروں کو بلایا بلڈ پریشر، شوگر، نبض دیکھی تو سب ٹھیک تھا۔ اس دوران شاہ جی مسلسل استغفار کرتے رہے۔ کلمہ شہادت پڑھ کر کمرہ میں موجود تمام خدام کو گواہ بناتے رہے۔ مسنون دعائیں پڑھتے رہے۔ میں سخت پریشانی کے عالم میں نوافل میں مشغول ہو گیا۔ پونے پانچ بجے صبح طبیعت پھر سنبھل گئی۔ گویا چراغِ آخر شب ٹمٹما رہا تھا اور اس کی لو آہستہ آہستہ مدھم ہو رہی تھی۔ میں نے عرض کیا آپ خواہ مخواہ ہمیں ڈراتے ہیں۔ اب دیکھیں بالکل ٹھیک ہیں۔ فرمایا نہیں، موت کی سکرات ہے۔ میں نے کہا آپ کے تمام ٹیسٹ درست ہیں۔ فرمایا "یہ جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے اس کو کیا کہیں گے" یہ لوگ اپنی تمام ادویات مجھے دے چکے ہیں۔ یہ آکسیجن ہے جو انہوں نے آخری سہارے کے طور پر مجھے لگا دی ہے۔ یہ کب تک مجھے اس کے ذریعے زندہ رکھ سکتے ہیں۔ مجھے گھر لے چلو یہ آکسیجن وہاں بھی لگائی جا سکتی ہے۔" میں نے کہا صبح مشورہ کر کے آپ کو لے چلیں گے۔ فرمانے لگے مجھے اٹھا کر بٹھا دو۔ میں نہیں بٹھا کر ساڑھے پانچ بجے صبح گھر آیا، سب کو جھوٹی تسلی دی اور نماز فجر کے بعد ضروری کام نمٹا کر حضرت پیر جی مدظلہ اور سید مرتضیٰ بخاری کے ہمراہ ہسپتال روانہ ہو گیا۔

یہ ۱۲، نومبر کی صبح ہے۔ حافظ محمد اختر نے بتایا کہ آج شاہ جی نے خلاف معمول جلدی ناشتہ کیا۔ بہت ہلکا ناشتہ۔ حافظ ضیاء اللہ سے فرمایا کہ نیا کرتا پہنا دو (یہ محترم بھائی بشیر احمد صاحب نور محلی نے ہسپتال جا کر پیش کیا تھا) حضرت پیر جی مدظلہ، مجھے اور سید مرتضیٰ بخاری کو دیکھتے ہی فرمانے لگے آ گئے ہو۔ یار اب تو مجھے گھر لے چلو۔ سید مرتضیٰ بخاری نے کہا چاچا جی، ڈاکٹر صاحب سے ضروری مشورہ کر کے ابھی گھر لے چلتے ہیں۔ مگر کچھ ہی دیر بعد انہوں نے سفر آخرت شروع کر دیا (اللھم ارحمنی واغفرلی، استغفر اللہ، اللہ اللہ کا ورد شروع کر دیا۔ ڈاکٹر پاؤں پر پٹی کرنے آئے تو فرمایا اب بس کر دو۔ کوئی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو

سلام کیا۔ جزاک اللہ، شکریہ، کہا۔ اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر لیے۔ پھر مسلسل آبِ زم زم پیتے رہے۔ زبان خشک تھی اور سانس تیز تیز..... حافظ ضیاء اللہ تھوڑا تھوڑا زم زم چمچ کے ذریعے منہ میں ڈالتے رہا۔ دس منٹ پہلے انہوں نے ہم تمام خدام سے توجہ ہٹالی اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے انہوں نے تو ہچکی بھی نہیں لی۔ چند لمبی لمبی سانسیں لیں اور پھر شاہ جی......

میرے محسن، میرے مربی، ہم سب کے محسن، احرار کے محسن...... ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

انکی اس قابل رشک موت، ایمان والی موت کو دیکھ کر ہمارے حوصلے پست نہیں ہوئے بلکہ اور بلند ہوئے۔ حافظ محمد ضیاء اللہ، حافظ محمد امتیاز، حافظ محمد اختر، حافظ محمد اکمل اور حافظ محمد عمر فاروق یہ وہ ہونہار اور سعادت مند نوجوان ہیں جنہیں شاہ جی بچپن میں ان کے والدین سے قرآن کریم پڑھانے کے لئے مانگ کر لائے تھے۔ اب یہ جوان ہو کر عملی زندگی میں داخل ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے محسن اور شفیق شاہ جی کی خوب خدمت کی اور شاہ جی کی دعائیں لیں۔ انہی نوجوانوں کی گواہی ہے کہ ہم نے شاہ جی سے عرض کیا کوئی نصیحت فرما دیں۔ فرمایا کہ "جس کام پر تم کو لگایا ہے اس کو مت چھوڑنا اسی میں دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔استقامت اختیار کرنا اور احرار سے وفا کرنا بس یہی نصیحت ہے"۔ چند روز قبل ایک مریض کا انتقال ہو گیا۔ لواحقین کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا جا کر دیکھو کیا بات ہے۔ ضیاء اللہ نے بتایا کہ ایک مریض کا انتقال ہو گیا ہے۔ جیب میں دو سو روپے تھے۔ فوراً نکال کر کہا کہ یہ اس کے لواحقین کو دے دیں۔ یہ ہدیہ ہے۔ معلوم نہیں ان بے چاروں کے پاس اس وقت کچھ ہے بھی یا نہیں۔ ان سے کہو کہ اس سے اپنی فوری ضرورت پوری کر لیں۔ ضیاء اللہ کی روایت ہے کہ میں نے لواحقین میں سے ایک بزرگ خاتون کو یہ ہدیہ پیش کیا تو اس نے کہا کہ ہم کھاتے پیتے لوگ ہیں اور ہماری روزانہ لاکھوں کی آمدن ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں، چونکہ آپ کے کسی بزرگ نے دیئے ہیں اس لئے ہم قبول کرتے ہیں۔ اس رات یہ شعر پڑھا۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ ، کل ہماری باری ہے

حافظ ضیاء اللہ نے عرض کیا شاہ جی یہ شعر مجھے لکھ دیں۔ چنانچہ اسے لکھ دیا، اور یہ شاہ جی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی آخری تحریر ہے۔ جس کا عکس آخری صفحہ پر شائع کیا جارہا ہے۔

شاہ جی! اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر اپنی شان کے مطابق رحمتیں نازل فرمائے (آمین)
شاہ جی ہم نے آپ کی امارت میں مجلس احرار اسلام سے وفاداری کا عہد کیا تھا۔
اور یہ عہد آپ نے ہم سے لیا تھا۔
ہم اس عہد کو پورا کریں گے۔ آپ کی جلائی ہوئی شمع کو روشن رکھیں گے۔
اور آپ کے جاری کئے ہوئے کام کو تیز تر کر دیں گے (ان شاء اللہ)

مرتب: سید محمد کفیل بخاری

امیرِ احرار، ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حیاتِ مستعار............ ایک اجمالی جھلک

نام: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ابن: امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۸، ذوالقعدہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۱، جنوری ۱۹۳۸ء بروز جمعہ بوقت سحر

مقام: امرتسر (انڈیا)

ابتدائی تعلیم: والدہ ماجدہ سے قاعدہ اور قرآن کریم کے آخری دو پارے حفظ کئے۔ (بعمر ۵،۶ سال)

باقاعدہ تعلیم: حضرت قاری کریم بخش صاحب۔ رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۰ پارے حفظ کئے (امرتسر)

خیر المدارس جالندھر میں داخلہ:

۱۹۴۵ء میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں داخل ہو گئے۔ اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ کی نگرانی میں یہاں زیر تعلیم رہے۔ (وہ بھی اسی مدرسہ میں زیر تعلیم تھے) قیام حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے گھر رہا۔ حضرت اور ان کی اہلیہ نے بیٹوں کی طرح رکھا۔ خیر المدارس جالندھر میں حافظ نذر حسین صاحب مرحوم سے چند پارے حفظ کئے۔

قیام کشمیر: ۱۹۴۵ء میں والدِ ماجد، والدہ ماجدہ اور دیگر بہن بھائیوں کے ہمراہ کشمیر چلے گئے۔ والدہ ماجدہ کی علالت کی وجہ سے یہاں پٹن میں چند ماہ قیام رہا۔ سرینگر میں بھی گئے۔ اور کشمیری زبان میں خاصی مہارت حاصل کرلی۔

تقسیم ہند: ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے موقع پر پورے ہندوستان میں فسادات شروع ہو گئے اور یوں ان کے چند تعلیمی سال ضائع ہو گئے۔ والدین کے ہمراہ امرتسر سے لاہور ہجرت اور چند ماہ دفتر مجلس احرار اسلام بیرون دہلی دروازہ میں قیام۔

۱۹۴۷ء کے اواخر میں والدین کے ہمراہ خان گڑھ میں نواب زادہ نصر اللہ خان کے ہاں قیام۔

۱۹۴۸ء: خان گڑھ میں قاری عبدالرحمن صاحب سے ۱۴ ویں پارے تک حفظ کیا۔ اسی دوران شدید بیمار ہوئے۔ (اس بیماری کا تذکرہ امیر شریعتؒ کے ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کے نام ایک خط میں بھی ملتا ہے۔

۱۹۴۸ء: خان گڑھ میں شدید سیلاب آنے کی وجہ سے والدین کے ہمراہ ملتان منتقل ہو گئے۔

ملتان میں مدرسہ خیر المدارس میں استاذ القراء حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے ۲۳ ویں پارے تک حفظ کیا۔ پھر محلہ قدیر آباد میں حضرت حافظ عبدالرشید صاحب (چھوٹی، ڈیرہ غازی خان والے) کے ہاں حفظ قرآن مکمل کیا۔

۱۹۴۹ء: تکمیل حفظ قرآن

حفظ مکمل کرنے کے بعد حضرت حافظ عبدالرحمن مرحوم (برادر بزرگ حضرت ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے امرتسر میں ہم سبق تھے) کو منزل سنانے جاتے رہے۔ یہ حسین آگاہی ملتان کی ایک مسجد میں پڑھایا کرتے تھے۔

۱۹۵۰: خیر المدارس ملتان میں درس نظامی کی تکمیل کے لئے داخلہ۔

۱۹۵۳ء: تحریک تحفظ ختم نبوت میں دوران تعلیم جلسوں اور جلوسوں میں شرکت اور پہلی گرفتاری

۱۹۵۸ء: خیر المدارس سے دورۂ حدیث مکمل کر کے سند فراغ حاصل کی (بعمر ۲۰ سال)

۱۹۵۸ء: اسی سال کمیونزم کے تمام لٹریچر چینی و روسی کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ ایوب خان نے سیاسی جماعتوں سے چند روز کیلئے پابندی اٹھائی تو ملتان میں مجلس احرار اسلام کے کارکنوں کو منظم کر کے جلسہ اور جلوس کا اہتمام کیا۔ افتتاح دفتر اور پرچم کشائی کے لئے حضرت امیر شریعت کو ساتھ لے کر گئے۔

۱۹۵۹-۶۰ء: فنِ تجوید و قرآت کی تعلیم حضرت قاری عبدالمالک رحمہ اللہ، حضرت قاری عبدالوہاب مکی رحمہ اللہ (لاہور)

۱۹۶۱ء: والد ماجد حضرت امیر شریعت کی شدید علالت کی وجہ سے ان کی خدمت و تیمارداری کے لئے لاہور سے ملتان واپسی۔

۲۱، اگست ۱۹۶۱ء: حضرت امیر شریعت کا انتقال

مزید تعلیم کے لئے جامعہ ازہر مصر جانا چاہتے تھے مگر والد ماجد کی علالت اور پھر انتقال کی وجہ سے یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

۱۰- محرم، ۱۳۸۱ھ - ۲۳- جون ۱۹۶۱ء: ملتان میں یومِ حسین رضی اللہ عنہ کے اجتماع کا اہتمام اور حضرت ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے خطاب کا انتظام

۲۸، نومبر ۱۹۶۱ء: محلہ کوٹلہ تولیخان ملتان میں کرایہ کے ایک مکان میں مدرسہ معمورہ کا قیام و اجراء، بچوں کو خود قرآن کریم پڑھاتے۔ (خود فرماتے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، کے تذکرے میں پڑھا تھا کہ انہوں نے بغداد میں "مدرسہ معمورہ" قائم کیا تھا۔ تب ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ اسی نام سے مدرسہ قائم کروں گا)۔

۱۷- رجب المرجب ۱۳۸۱ھ، ۲۵ دسمبر ۱۹۶۱ء: پہلا یوم معاویہؓ: ملتان میں اس اہم اور تاریخی اجتماع کا انتظام و انصرام اور حضرت ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے تاریخی خطاب کا اہتمام۔

۱۹۶۲ء: ایوب خان نے دوسری مرتبہ سیاسی پابندیاں اٹھائیں تو مجلس احرار کا احیاء کیا اور ملتان میں پہلے جلسہ و جلوس کی قیادت۔ صیغمِ احرار حضرت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ کا استقبال، ان کے خطاب کے لیے رات کو جلسہ کا اہتمام

۱۹۶۲ء: سے باقاعدہ ذمہ داری کے ساتھ مجلس احرار اسلام کا تنظیمی کام شروع کیا جو تادمِ آخر جاری رہا۔

۱۹۶۷ء: شادی (اولاد نہیں تھی)

۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۲ء ملتان میں کچہری روڈ پر "بخاری اکیڈمی" کے نام سے۔ کتابوں کی دکان بنائی۔ اسی دکان سے اپنا جیب خرچ نکالتے۔ تبلیغی اسفار کے اخراجات اور دوستوں کی خدمت بھی اسی آمدن سے کرتے۔ اس دوران سیاسی و تبلیغی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ متعدد بار گرفتار بھی ہوئے۔

۱۹۶۹-۷۰: انتہائی سیاسی ہنگامی دور تھا۔ بھٹو بڑی سیاسی قوت بن کر ابھرے اور مرزائی ان کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہے تھے۔ ان دو برسوں میں ملک بھر میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام شہداء ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کیں۔ گرفتار بھی ہوئے۔

۱۹۷۲ء: ملتان سے گجرات منتقل ہوگئے۔ تمبل چوک میں "مسجد نور" بنائی اور ۱۹۷۸ء تک یہاں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔ تبلیغی اور تحریکی سرگرمیوں میں حصہ لیتے۔ درسِ قرآنِ کریم کا اہتمام فرماتے۔ اور شعری و ادبی مجلسوں میں باقاعدہ شریک ہوتے۔

۱۹۷۲ء: چیچا وطنی میں مرزائیوں کے خلاف ایک تقریر کی پاداش میں مقدمہ قائم ہوا اور گرفتار کر لیے گئے۔ پنجاب اسمبلی میں گرفتاری پر احتجاج ہوا تو اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے نے جواز پیش کیا کہ "مولانا محسن نے قادیانیوں کے خلاف شر انگیزی کی تھی اس لئے انہیں گرفتار کیا گیا۔" آپ سیاہی وال جیل میں قید کر دیئے گئے۔

۱۹۷۴ء: تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھرپور شرکت اور گجرات سے گرفتار کر کے جیل بھیج دئے گئے۔

۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۴ء تک پانچ سالہ عرصہ میں آپ پر، حضرت سید ابوذر بخاری اور دیگر زعماء احرار پر بھٹو حکومت نے درجنوں مقدمات قائم کئے اور گرفتاریاں ہوتی رہیں۔

۱۹۷۵ء: مجلس احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔

۲، جون ۱۹۷۵ء (ربوہ) موجودہ "چناب نگر" میں پہلی مرتبہ جوانانِ احرار کا قافلہ سخت جاں داخل ہوا اور محلہ چھنی میں یک روزہ ختم نبوت کانفرنس منعقد کی۔ جو ۲ بجے رات تک جاری رہی۔ کچھ قادیانی گڑ بڑ کی غرض سے آئے اور سوالات کئے مگر جواب پا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

۲۸، جولائی ۱۹۷۵ء: چناب نگر (ربوہ) میں مسلمانوں کی پہلی مسجد کے لیے دو کنال جگہ خریدی۔

۲۷ فروری ۱۹۷۶ء: ربوہ میں اس مسجد کے سنگ بنیاد کی تقریب منعقد کی اور نماز جمعہ کا اہتمام کیا۔ تقریر کی اور گرفتار کر لئے گئے۔ اخبارات نے اس واقعہ کو بہت اہمیت دی صفحہ اول پر "ربوہ میں نماز جمعہ اور گرفتاریاں" کے عنوان سے خبریں شائع ہوئیں۔ حتیٰ کہ بی بی سی نے بھی خبر نشر کی۔

۸ ستمبر ۱۹۷۶ء: سول جج سید سلطان احمد شاہ (ڈیرہ غازیخان) کی عدالت میں قادیانیوں کے خلاف اپنی نوعیت کا منفرد مقدمہ دائر کیا۔ کہ چونکہ قادیانی غیر مسلم ہیں اس لئے یہ شعائر اسلامی استعمال نہیں کر سکتے اور مسجد نہیں بنا سکتے نہ مسجد کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں احرار رہنما محترم سید امیر علی بخاری نے اس سلسلہ میں آپ کی بھرپور معاونت کی اور کلیدی کردار ادا کیا۔

۱۹۷۶ تا ۱۹۷۸ء: مسجد احرار چناب نگر میں وقفوں کے ساتھ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔

۱۹۷۹ء: گجرات سے ملتان منتقل ہو گئے۔ مہربان کالونی میں واقع اپنے ملکیتی احاطہ میں تحریک طلباء اسلام کے نوجوانوں کا کنونشن منعقد کیا اور اس جگہ کا نام دار بنی ہاشم تجویز کر کے یہیں رہائش اختیار کر لی۔ اسی جگہ مدرسہ معمورہ کے نام سے حفظ قرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا۔

۱۹۸۰ء: "وفاق المدارس الاحرار" کی بنیاد رکھی۔ مجلس احرار اسلام نے مختلف شہروں میں تحفظ قرآن کے جتنے مدارس قائم کئے ہیں ان سب کے نظم کو چلانے کے لئے اس ادارے کے ماتحت کیا۔

نومبر ۱۹۸۵ء: اکتوبر ۱۹۸۷ء، ۱۹۹۰ء تین مرتبہ برطانیہ کے تبلیغی دورے پر گئے۔ اور وطن واپسی پر دو مرتبہ عمرہ کی سعادت حاصل کی۔

جون ۱۹۹۱ء میں والد ماجد کا انتقال

۱۹۹۱ء: ملتان کے معروف شیعہ مرکز شاہ گردیز میں بم دھماکہ ہوا تو اہل تشیع نے پرچہ میں اُن کا نام بھی نامزد کر دیا۔ آخر باعزت بری ہوئے۔ **۱۹۹۲ء:** روس کے خلاف جہاد میں شرکت کے لئے افغانستان کا دورہ کیا۔

۱۹۹۲ء: فالج کا حملہ ہوا۔ جیسے مادِ زبان پر شدید اثر رہا تقریر و تحریر کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اللہ کی مہربانی سے بروقت علاج موثر ہوا اور صحت ہو گئی۔

انہوں نے اپنا جماعتی اور تنظیمی عمل پھر پوری قوت سے جاری کیا اور جماعت کی بقاء و استحکام کے لیے اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیں۔

۱۹۹۵ء: برادر بزرگ جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری انتقال فرما گئے۔

۱۲، ۱۳، مارچ ۱۹۹۸ء شعداء ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت اور خطاب

۱۴، مارچ ۱۹۹۷ء: مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ نے متفقہ طور پر انہیں جماعت کا امیر منتخب کر لیا۔

جون ۱۹۹۸ء: دارِ بنی ہاشم ملتان میں ماتحت مجالس احرارِ اسلام کے عہدیداروں کا ایک اہم اجلاس طلب کیا اور جماعت کے مستقبل کے بارے میں اہم فیصلے کر کے ہدایات دیں۔

۱۱، ۱۲، ربیع الاول ۱۴۱۹ھ: / ۶، ۷، جولائی ۱۹۹۸ء } دو روزہ سالانہ سیرت کانفرنس چناب نگر میں شرکت اور خطاب

۱۱، جولائی ۱۹۹۸ء: اہلیہ کا انتقال۔ مرحومہ تقریباً ۱۲ سال علیل رہیں ۱۹۹۶ء میں فالج کا حملہ ہوا تو آخری دو برس مفلوج ہو کر بستر پر ہی گزرے۔ حضرت شاہ جی علیہ الرحمۃ نے ان دو برسوں میں اہلیہ کی تیمارداری اور خدمت کی انتہا کر دی۔ اولاد نہیں تھی۔ مگر اپنی بیماری کے باوجود اہلیہ کی خدمت میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔

۷، ستمبر ۱۹۹۸ء: دارِ بنی ہاشم ملتان میں یومِ تحفظ ختمِ نبوت پر منعقدہ جلسہ سے خطاب۔

۱۴، ستمبر ۱۹۹۸ء: صدر پاکستان محمد رفیق تارڑ سے ایوانِ صدر اسلام آباد میں ملاقات۔ مجلس احرارِ اسلام کے ایک وفد نے آپ کی قیادت میں نواز شریف حکومت کی طرف سے پیش کردہ شریعت بل پر اپنی تجاویز پیش کیں۔

اسلام آباد سے واپسی پر گجرات اور لاہور میں ہفتہ بھر قیام (ہمراہ سید کفیل بخاری)

۲۴، نومبر ۱۹۹۸ء: مجلس احرارِ اسلام ملتان کے زیر اہتمام جامع مسجد کرمانوی قاسم بیلہ ملتان میں تیسرے سالانہ یومِ معاویہ کے اجتماع سے خطاب۔

جنوری ۱۹۹۹ء: آخری عشرہ رمضان المبارک، ملتان کی تین مساجد میں ختم قرآن کریم کی تقاریب سے خطاب۔

اجتماعِ عید الفطر ۱۴۱۹ھ...... دارِ بنی ہاشم میں خطاب

۳۰، جنوری ۱۹۹۹ء: اپنا رہائشی مکان، بستر، برتن وغیرہ سب مدرسہ معمورہ کے نام وقف کر کے تحریر لکھ دی اور اسے قانونی شکل بھی دے دی۔ اس کی تولیت اور تمام مدارس احرار کی تولیت و نگرانی اپنے بھائی حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کے سپرد کی، نیز حضرت پیر جی سمیت ایک چہار رکنی کمیٹی بھی تشکیل دے دی۔

فروری ۱۹۹۹ء: ملتان میں قیام۔ صحت میں اتار چڑھاؤ رہا مگر طبیعت ہشاش بشاش رہی اور اپنے امور خود انجام دیتے رہے۔

۴، ۵، مارچ، ۱۹۹۹ء، سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت۔ ملتان سے سید مرتضیٰ بخاری اور دیگر احباب کے ہمراہ بذریعہ ویگن سفر کیا۔

۷، مارچ ۱۹۹۹ء: چناب نگر سے ٹوبہ ٹیک سنگھ سفر (ہمراہ سید مرتضیٰ بخاری) مسجد معاویہ ٹوبہ ٹیک

میں اجتماع سے خطاب۔

۱۱ اپریل ۱۹۹۹ء: ملتان سے لاہور سفر۔ (ہمراہ سید محمد کفیل بخاری)

۱۸، اپریل ۱۹۹۹ء: مرکزی دفتر احرار لاہور کا افتتاح پرچم کشائی اور تقریب سے خطاب

۲۷، اپریل ۱۹۹۹ء: ۱۰ محرم ۱۴۲۰ھ دفتر احرار لاہور میں سانحہ کربلاء کے موضوع پر خطاب۔

۲۸، اپریل ۱۹۹۹ء: شالامار ہسپتال میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر طاہر شفیع اور ڈاکٹر محمود علی ملک کے زیر علاج رہے۔

۱۲، مئی ۱۹۹۹ء صحت بہتر ہونے پر ہسپتال سے فارغ ہو کر دفتر احرار لاہور میں تشریف لے آئے۔
یہاں۔ ہومیو ڈاکٹر عبدالسلام اور ڈاکٹر فرخ کی تجویز کردہ ادویات استعمال کرتے رہے۔

۱۱، اپریل ۱۹۹۹ء تا ۱۷ جون لاہور دفتر احرار میں قیام کیا۔

۱۲۔ جون ۱۹۹۹ء دفتر احرار لاہور میں دو طلباء اور ایک استاذ سے تحفیظ قرآن کریم کے لئے مدرسہ معمورہ قائم کیا۔

۱۸، جون کو اپنے بھانجے سید محمد کفیل بخاری کے ہمراہ ملتان تشریف لے آئے۔ صحت پہلے سے بہتر ہو گئی۔

۲۸، اگست ۱۹۹۹ء: "واردات" کے عنوان سے نظم لکھی۔ جو نقیب ختم نبوت میں شائع ہوئی۔

۴، ستمبر ۱۹۹۹ء: ملتان سے لاہور روانگی۔ (ہمراہ سید محمد کفیل بخاری۔)

۷، ستمبر ۱۹۹۹ء: دفتر لاہور میں مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں آخری بار شرکت۔ یہ اجلاس آپ کی صدارت میں ہوا۔ اور آپ نے نہایت اہم فیصلے کئے۔

اسی اجلاس میں ۲۸، نومبر ۱۹۹۹ء کو لاہور میں "جمہوریت مردہ باد کانفرنس" کے انعقاد کا فیصلہ کیا اور اسی روز مجلس شوریٰ کا اجلاس بھی طے کیا۔ رات کو تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت

۱۳، ستمبر ۱۹۹۹ء: لاہور سے ملتان واپسی۔ (ہمراہ سید محمد کفیل بخاری)

۲۰، ستمبر ۱۹۹۹ء: دار بنی ہاشم ملتان میں مولانا فضل الرحمن سے ملاقات۔

۲۵، ستمبر ۱۹۹۹ء: دار بنی ہاشم میں مولانا محمد اعظم طارق سے ملاقات۔

۱۳، اکتوبر ۱۹۹۹ء: نواز حکومت کے خاتمے پر آخری بیان جاری کیا۔ اور اس انقلاب کو نواز حکومت کی طرف سے دین کے استہزاء اور طالبان کی مخالفت پر اللہ تعالیٰ کی سزا قرار دیا۔

۲۴، اکتوبر ۱۹۹۹ء: طبیعت زیادہ بگڑنے پر نشتر ہسپتال ملتان میں داخل کر دیا گیا۔ یہاں محترم ڈاکٹر محمد علی صاحب کے زیر علاج رہے۔

۱۰، نومبر ۱۹۹۹ء: دوپہر ۲ بجے دل کا دورہ پڑا۔ شام ۵ بجے طبیعت سنبھل گئی، رات ۳ بجے دوسرا دورہ پڑا۔

۱۱، نومبر ۱۹۹۹ء: تمام دن بے قراری اور بے چینی میں گزرا۔ طبیعت سنبھلتی اور بگڑتی رہی۔

ڈھائی بجے رات طبیعت زیادہ بگڑ گئی۔ مگر ۵ بجے صبح پھر سنبھل گئی۔ اس وقت فرمایا...... "یہ موت کی سکرات ہے اور میرا سفر شروع ہو چکا ہے۔"

پھر یہ آیت پڑھی۔ وَجاءت سکرۃ الموت بالحق۔ (سورۃ ق)

۱۲ ؍ نومبر صبح ۹ بجے سانس اکھڑنے لگی تو استغفار اور رحمت کی دعائیں پڑھنے لگے۔ ساڑھے گیارہ بجے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ کے سپرد ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۱۳ ؍ نومبر بروز ہفتہ ۹ بجے صبح ڈویژنل سپورٹس گراؤنڈ ملتان میں ان کے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور ۱۱ بجے والد ماجد اور برادر بزرگ کے قدموں میں آسودۂ خاک ہو گئے۔

اساتذہ کرام .... حفظ قرآن کریم

(۱) والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا (امرتسر)

(۲) حضرت قاری کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ (امرتسر)

(۳) حضرت حافظ نذر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خیر المدارس، جالندھر)

(۴) حضرت قاری عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خان گڑھ)

(۵) استاذ القراء حضرت قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (خیر المدارس ملتان)

(۶) حضرت حافظ عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ (چوٹی، ڈیرہ غازی خان والے) ملتان

(۷) حضرت حافظ عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)

اساتذہ تجوید و قرأت

(۱) امام القراء حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)

(۲) شیخ القراء حضرت قاری عبدالوھاب صاحب مکی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)

(آپ عرب تھے اور مکہ مکرمہ سے پاکستان تشریف لائے تھے)

اساتذہ حدیث و فقہ:

(۱) استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)

(۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق، (اکوڑہ خٹک) انہیں حدیث سنا کر سند لی اور شرفِ تلمذ حاصل کیا۔

(۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری (ساہی وال)

(۴) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)

(۵) حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (ملتان) (ابناء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ)

(۶) حضرت مولانا عبدالحق جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)

(۷) حضرت مولانا محمد صدیق صاحب۔ دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان)

(۸) حضرت مولانا فیض احمد صاحب مدظلہ۔ (سابق مدرس خیر المدارس ملتان)

(۹) حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

(۱۰) حضرت مولانا عبد القادر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (سابق استاذ حدیث قاسم العلوم ملتان)

بیعت طریقت: حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ

قید و بند: مجموعی طور پر تین سال

صحافتی زندگی:

پہلا مضمون: ۱۹۵۸ء میں مجلس احرار اسلام کی بحالی اور ملک میں سیاسی پابندیوں کے خاتمہ پر ملتان میں احرار کے جلسہ و جلوس، حضرت امیر شریعتؒ اور ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کی تقاریر کی رپورٹ۔ آپ نے لکھی جو روزنامہ امروز لاہور میں شائع ہوئی۔

دوسرا مضمون: حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر روزنامہ امروز ملتان کے امیر شریعت نمبر میں بعنوان "سید الاحرار کی قرآن فہمی" شائع ہوا۔

۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۵ء تک پندرہ روزہ الاحرار لاہور میں، اداریے، مضامین، مقالات، سیاسی تجزیے، نظمیں اور غزلیں لکھیں۔

فروری ۱۹۸۸ء ملتان سے ماہنامہ نقیب ختم نبوت کا اجراء۔

تادمِ آخر اس میں علمی و تحقیقی مضامین، فکاہیہ کالم، نظمیں اور غزلیں لکھتے رہے۔

کالم نگاری: ۱۹۹۴ء تا ۱۹۹۶ء روزنامہ خبریں لاہور میں "دن کی بات" کے عنوان سے مسلسل کالم تحریر کئے۔ جن کی تحریر ۸۶ ہے۔

آخری تحریر: "قادیانی ہفوات اور ان کا جواب" "شمس الاسلام بہاری" کے قلمی نام سے نقیب ختم نبوت کے شمارہ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی۔ جو ستمبر ۱۹۹۹ء میں دفتر احرار لاہور میں رقم کی۔ اگست اور ستمبر ۱۹۹۹ء کے شماروں میں علالت کے باوجود "سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین کے حوالے سے دو قسطوں میں مضامین تحریر کئے اور نظمیں بھی لکھیں۔ جبکہ انتقال سے ایک ہفتہ قبل شدید علالت کے باوجود ہسپتال میں دو نظمیں تحریر کیں۔

قلمی نام: قمر الحسنین، شمس الاسلام بہاری، آپابندہ۔

شعر و شاعری: اردو، پنجابی اور سرائیکی میں نظمیں، غزلیں اور قطعات کہے۔

کلام کا کچھ حصہ وقتے وقتے سے نقیب ختم نبوت میں شائع ہوتا رہا۔

شوقِ مطالعہ و پسندیدہ موضوعات: تفاسیر قرآن عربی (خصوصاً تفسیر قرطبی) کتب احادیث، فقہ و تاریخ، سیرت طیبہ و سیرت صحابہ، تاریخ، نسب، نظامِ حکومت و سیاست

جن شخصیات سے متاثر ہوئے: امام ابن تیمیہ، حافظ ابن کثیر، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبید اللہ سندھی اور چودھری افضل حق

جن جیلوں میں آپ قید رہے

(۱) ڈسٹرکٹ جیل ملتان (۲) سنٹرل جیل ملتان (۳) سنٹرل جیل بہاولپور
(۴) سنٹرل جیل رحیم یار خان (۵) سنٹرل جیل میانوالی (۶) سنٹرل جیل ساہیوال
(۷) سنٹرل جیل گجرات

اس کے علاوہ نظر بندیوں، زبان بندیوں اور مختلف اضلاع میں داخلہ بندیوں کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔

ایک مرتبہ محرم کے موقع پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ خانیوال نے ضلع میں داخلہ بندی کا حکم نامہ تعمیل کے لئے بھیجا تو سرکاری اہل کار سے کاغذ لے کر اس پر تعمیل کی جو عبارت لکھی وہ ان کی جرأت و بہادری اور شگفتہ مزاجی کی عکاس ہے۔ انہوں نے لکھا: "حکم نامہ سے معلوم ہوا ہے کہ ضلع خانیوال میرے لیے "یروشلم" بن گیا ہے۔ میں آرہا ہوں، مجھے روک لیں۔" دستخط عطاء المحسن

قطعہ تاریخ وصال سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری مرحوم و مغفور

خطیبے عظیمے چوں جاں کردہ تسلیم
بنودہ دمِ وصل تاخیر و تقدیم
خبر داد ہاتف ز مرگِ بخاری
بگفتم چناں رفت، گفتا بتعظیم

تعظیم = ۱۴۲۰ھ

مولانا سید سلمان محمد عباسی ٹوبہ ٹیک سنگھ

دعاء صحت

- محترم حکیم محمد صدیق تارڑ صاحب (مریدکے)
- محترم سالار عبدالعزیز صاحب (سیالکوٹ)
- محترم حافظ محمد علی صاحب (چناب نگر)

قارئین سے درخواست ہے کہ ان حضرات کی شفایابی کے لئے دعاء فرمائیں اللہ تعالی نہیں جلد صحت یاب فرمائے (آمین)

شیخ حبیب الرحمن بٹالوی

اقبالؒ کا مردِ مؤمن

۲۰ اگست ۱۹۸۲ء جمعہ کی رات بر عظیم ایشیاء کے عظیم خطیب سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں دار بنی ہاشم میں ایک محفل مشاعرہ منعقد ہوئی۔ اسلم نصاری مہمان خصوصی تھے۔ مشاعرے کا آغاز سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ اس کی رپورٹ "ایک یادگار مشاعرہ" کے نام سے روزنامہ "امروز میں" چھپی۔ اس کے فوراً بعد بقر عید تھی۔ میرا مدرسہ معمورہ جانے کا اتفاق ہوا سید عطاء المحسن رحمۃ اللہ علیہ باہر کھلی جگہ چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ سلام عرض کیا۔ پوچھا کہاں سے آئے ہیں۔؟ کیا نام ہے؟ میں نے نام بتایا کہنے لگے "امروز" میں چھپنے والی رپورٹ آپ ہی کی تھی؟ میں نے کہا! جی ہاں۔ میں نے بتایا کہ میری جنم بھومی بٹالہ ضلع گورداسپور ہے۔ والد صاحب اس وقت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی تقریر سننے گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر جب انہیں میری پیدائش کا پتہ چلا تو انہوں نے میرا نام مولانا کے نام پر "حبیب الرحمن" رکھ دیا۔ شاہ جی نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کی اور کہا کہ کبھی کبھار آجایا کریں۔ فقیر نے دھونی مار رکھی ہے اور

ادھر سے کبھی تم گزر کر تو دیکھو

بڑی رونقیں ہیں فقیروں کے ڈیرے

شاہ جی سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ اس سے پہلے گوجرانوالہ لاہور، ملتان تقاریر پر، جلسوں میں کئی دفعہ ہاتھ ملایا مگر احترام مانع رہا کھل کر کبھی بات نہ ہو سکی۔ کہ اتنی بڑی شخصیت کے سامنے کوئی گستاخی سرزد نہ ہو جائے۔ اس کے بعد میں دار بنی ہاشم میں جمعہ کے بعد شاہ جی کی نجی محفل میں باقاعدہ حاضری دینے لگا۔ دوسرے دنوں میں بھی آتے جاتے ایک آدھ نماز یہاں ہو جاتی۔ اس دوران شاہ جی کو مرزا طاہر کے تعاقب میں لندن جانا پڑا وہاں دفاتر قائم کرنے کے بعد شاہ جی کی واپسی پر ان کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا گیا۔ شاہ جی نے تقریر کے دوران فرمایا کہ ہمیں ایک تربیت یافتہ ٹیچر چاہیے جو دینی طلباء کو انگریزی پڑھا سکے۔ مدارس میں یہ لسانی مسئلہ بڑی شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے۔ دوسرے دن میں نے شاہ جی سے بات کی کہ جب تک آپ کو کوئی تربیت یافتہ ٹیچر نہیں ملتا یہ ہیچ مداں طلباء کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ شاہ جی نے فرمایا۔ اس مقصد کے لئے میں لندن سے ایک انگلش بک لایا ہوں جو وہاں کی مسلم کمیونٹی نے وہاں کی معاشرتی برائیوں سے ڈرتے ہوئے اپنے بچوں کے لئے تدوین کی ہے۔ وہی آپ نے پڑھانی ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے اس کتاب کے چند الفاظ یہاں نقل کئے جاتے ہیں جسے سے شاہ جی کی بالغ نظری کا پتہ چلتا ہے۔

A :ALLAH اللہ **B** : BISMILLAH بسم اللہ **H** :HAJ حج۔

I :ISLAM اسلام **J** : JIHAD جہاد **M** :MUHAMMAD محمد

O : OMAR : عمر **Q** : QURAN قرآن **U** : UMRA عمرہ **Z** : ZAKAT زکوٰۃ

مجھے فخر ہے کہ اس طرح شاہ جی کی وساطت سے دو سال تک مجھے دینی طلباء کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ یہ دو سال میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ جن میں جزوی طور پر مجھے ان افراد میں بیٹھنے کا موقع ملا۔ جن کے بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ "بہترین انسان وہ ہیں جو قرآن پاک سیکھتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں۔"

"The best persons are those who learn Quran and teach others."

ایک دفعہ شاہ جی نے کوشش کی کہ مدرسے کی طرف سے میرا کچھ ماہانہ معاوضہ مقرر کر دیا جائے۔ میں نے کہا شاہ جی! میں تو محض اللہ کی رضا کے لئے یہاں آتا ہوں کہ آپ گواہی دے سکیں کہ یہ آدمی کچھ عرصہ دینی طلباء کی بے لوث خدمت کرتا رہا ہے۔

ایک دن میں نے اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "شاہ جی! ایک آدمی دوسرے آدمی سے وعدہ کرتا ہے کہ میں یہ تمہارا کام کر دوں گا مگر وہ کام نہیں کرتا دوسری دفعہ وعدہ کرنے پر بھی نہیں کرتا تیسری دفعہ وہ اس آدمی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ میں روزانہ رات کو وضو کر کے عشاء کی نماز میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہوں کہ "میں چھوڑتا ہوں، علیحدہ ہوتا ہوں، اس شخص سے جو تیری نافرمانی کرے" اور صبح اٹھ کر روزانہ میرا اٹھنا بیٹھنا انہی لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ میری جھوٹ کہاں تک ممکن ہو گی؟ فرمایا آپ اچھے طریقے سے دوسروں کو کہہ دیتے ہیں بس کافی ہے۔ ہر ایک نے اپنی قبر میں جانا ہے سمجھا دینا فرض ہے۔ آپ نے دوسروں کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کہہ دیا تھا "آپ کا کام صرف پہنچا دینا ہے ہدایت دینا میرا کام ہے"۔ گلشنِ حیات میں کانٹے اور پھول اکٹھے لگے ہوئے ہیں۔ کانٹوں سے بچ بچا کر زندگی کرنے کی کوشش کرو۔ استغفار کو اپنا شعار بناؤ اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت آسانیاں پیدا کرنے کی دعا کرتے رہو باقی یاد رکھو کہ

وہ پیڑ جن پہ پرندوں کے گھر نہیں ہوتے
دراز جتنے بھی ہوں معتبر نہیں ہوتے

ایک دفعہ فرمانے لگے عید الاضحیٰ پر طلباء کو آٹھ دن کی چھٹیاں دی جاتی ہیں کہ جا کر ماں باپ سے مل آئیں۔ عید کے تیسرے دن ایک باپ اپنے بیٹے کو لے کر آ گیا۔ رو کے کہنے لگا شاہ جی چھٹیوں میں بھی اسے گھر نہ بھیجا کریں غربت اتنی ہے کہ ہمارے پاس دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں۔ شاہ جی بڑے دکھ سے بیان کر رہے تھے کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے گھٹیا سے گھٹیا چیز اور سوسائٹی کا رد کیا ہوا بچہ پیش کرتے ہیں۔

محاورہ مشہور ہے کہ روٹی جل جائے تو مسجد میں بھیج دو کوئی چیز بچ جائے، مدرسے میں دے دو"۔ مگر یہ توفیق نہیں کہ اس کے دیئے ہوئے میں سے اس کے نام پر اچھی چیز نکال کر پہلے سے علیحدہ کر لی جائے جو بچہ سکول میں نہ چلے کند ذھن ہو اسے قرآن مجید حفظ کرنے کے لے مدرسے میں بھیج دیا جاتا ہے یہ حوصلہ نہیں کہ کوئی ذھین بچہ اللہ کے لئے وقف کر دیا جائے۔کہنے لگے یہ جتنے طالب علم ہیں ان میں کوئی بھی اونچے خاندان کا بچہ نہیں ہے۔ پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری سنتا نہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہم اسکے دیئے ہوئے میں سے اس کو کیا لوٹا رہے ہیں۔ یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ وہ پھر بھی ہمارے ساتھ اچھا سلوک روا رکھے ہوئے ہے۔

ایک دن کہنے لگے لوگ کہتے ہیں اس معاشرے کو درست کرنا بڑا مشکل ہے۔واقعی ظاہری طور پر کوئی امید نظر نہیں آتی۔ تو کیا ہم یہ چیخنا چلانا بند کر دیں۔ نہیں بات پہنچا دینا ہمارا فرض ہے۔ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ جب تک یہ زبان چلتی ہے۔ اس کے راستے میں استعمال کرتے رہیں گے کہ:

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

ایک دن ایک نوجوان جو بغیر داڑھی کے تھا، شاہ جی کے پاس آیا۔ کہنے لگا! شاہ جی میرا حج کا ارادہ ہے دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مجھے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب کرے۔ شاہ جی نے فرمایا پہلے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شکل تو بنا کے آؤ پھر وہاں حاضری کی خواہش سجتی بھی ہے کہ

محمد ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان مال اولاد سے پیارا

فلم، ٹی وی، تھیٹر کے مشہور آرٹسٹ عابد بٹ، اندھیرے سے اجالے کی طرف آنے کے بعد دار بنی ہاشم میں تشریف لائے جمعہ میں تقریر کی۔ چائے کے بعد جب جانے لگے تو شاہ جی جنکی ٹانگوں میں اس وقت ورم تھا اٹھنے لگے۔ عابد بٹ نے کہا شاہ جی! میں تو انتہائی گناہ گار انسان ہوں، آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی بڑی مہربان۔ شاہ جی نے ان کی داڑھی کو ہاتھ لگا کر کہا "اللہ کی قسم! میں عابد بٹ کے لیئے کھڑا نہیں ہو رہا۔ میں تو بس اس سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں کھڑا ہو رہا ہوں"۔

ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد شاہ جی دعا سے فارغ ہو چکے تو ایک آدمی نے کہا شاہ جی! میرا والد سخت بیمار ہے۔ دعا کیجیے اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے۔ شاہ جی نے کہا اللہ کے بندے! والد تیرا بیمار ہے میں بھلا اس کے لیے کتنے خلوص سے دعا کروں گا! صرف رسمی طور پر ہاتھ اٹھا لوں گا۔ بھوک تجھے لگی ہوئی ہے روٹی میں کھا لوں تیری بھوک مٹ جائے گی؟ تو خود آدھی رات کو اٹھ اللہ کے آگے گڑگڑا دعا مانگ اللہ تعالیٰ قبول کرے گا"۔

شاہ جی کا معمول تھا کہ رمضان میں ایک دو روزے افطاری کی عام دعوت کرتے جتنا آتا اتنا ہی خرچ

کرنے کی ان کی عادت تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کا تو سینکڑوں بار حکم دیا ہے مگر جمع کرنے کے لئے ایک دفعہ بھی نہیں فرمایا:۔

"لفظ اسلام سے یاروں کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا فقرِ غیور"

افطار کے وقت میں شاہ جی کے پاس بیٹھا تھا کھانے پینے کی اشیاء سے دستر خوان بھرا ہوا تھا۔ جس میں پھل کے علاوہ سموسے بھی تھے۔ کچھ لوگ ابھی لذت کام و دہن سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور کچھ لوگ افطاری سے فارغ ہو چکے تھے۔ فارغ ہونے والوں میں شاہ جی کے ساتھ میں بھی شامل تھا۔ میں نے دیکھا کہ ٹرے میں سموسے کا ایک ٹکڑا پڑا ہے۔ جونہی میں نے وہ ٹکڑا اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا عین اسی وقت شاہ جی نے بھی اپنا ہاتھ بڑھایا مگر میں وہ ٹکڑا اٹھا چکا تھا پہلے اٹھا چکا تھا۔ شاہ جی نے ہاتھ کھینچ لیا۔ ایک ساتھی نے کہا شاہ جی! یہ جو بہت سارے سموسے ابھی پڑے ہیں ان میں سے آپ اور لے لیں۔ شاہ جی نے فرمایا۔ "وہ بات ہی اور تھی یہ نمبر لے گیا"۔

میری بیٹی کے نکاح پر شاہ جی تشریف لائے۔ آپ فالج کے عارضہ کے بعد نشتر ہسپتال سے واپس آئے تھے۔ انتہائی ضعف کا عالم تھا۔ اس کے باوجود غریب خانے کو رونق بخشی۔ چند منٹ بیان بھی فرمایا جاتے ہوئے مجھے تنہائی میں بلایا اور سو روپے زبردستی میری جیب میں ڈال دیئے کہ یہ میری طرف سے بچی کو دے دینا۔

ایک دن مغرب کے بعد میں شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگے "آئیں آج آپ کو ایک تقریر سنوا کے لاتے ہیں"۔ میں حیران! کہ کوئی بہت ہی بڑا مقرر ہو گا جسے شاہ جی سننے جا رہے ہیں۔ "چوک ایم ڈی اے" سے رکشہ میں بیٹھ کر ہم ابدالی مسجد پہنچے شاہ جی مسجد کے ایک کونے میں بہت پیچھے دبک کر بیٹھ گئے۔ جناب طارق جمیل اپنے منفرد انداز میں جنت دوزخ کے موضوع پر قرآن پاک کی آیات کا ایک خوبصورت انبار لگا رہے تھے۔ میرا دل شاہ جی کی منکسر المزاجی پر "واہ واہ" کر رہا تھا کہ اتنے بڑے عالم خود تردد کر کے ایک دوسرے عالم کو سننے کے لئے آئے ہیں ورنہ یہاں تو ایک مولوی دوسرے مولوی کو سننا تو کجا! تسلیم بھی نہیں کرتا۔ اور

جھکا کرتی ہیں وہ شاخیں جو ہوتی ہیں ثمر آور
وہی ہوتا ہے خود سر جو کسی قابل نہیں ہوتا

مدرسے میں عصر سے مغرب تک کھیل کود کے لئے رخصت ہوتی۔ بچے گیند بلا اور والی بال وغیرہ کھیلتے۔ شاہ جی چار پائی پر بیٹھے ان کی خوشی میں باقاعدہ شریک ہوتے۔ انہیں ہدایت دیتے اچھے کھیل کی تعریف کرتے۔ پھر کھیل سے فارغ ہو کر بچے ایک ایک کر کے شاہ جی کے پاس آنا شروع ہو جاتے۔ پیچھے

سے آکر دائیں طرف ایک بچہ ادب سے کھڑا ہو جاتا۔ شاہ جی ہر بچے کی زبان میں پیار سے پوچھتے کیا بات ہے؟ پیسے لینے ہیں؟ کیا کھاؤ گے؟ پھر ہر ایک کو اس کی عمر کے مطابق ایک اور کسی کو دو روپے دیتے چلے جاتے بچوں کی خوشی دیدنی ہوتی۔ اور ان طلباء کے دمکتے ہوئے چہرے دیکھ کر شاہ جی کی مسرت میں بھی بے پایاں اضافہ ہوتا چلا جاتا۔ جیسے ایک باپ اپنی اولاد کو خوش دیکھ کر ایک طمانیت محسوس کرتا ہے۔ جیسے ایک مالی کے دل میں اپنے ہاتھ کے لگے ہوئے بیل بوٹوں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

شاہ جی کی اپنی اولاد کوئی نہیں تھی اپنے بھانجوں کفیل اور ذوالکفل سے انہیں بے حد پیار تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے بھی اپنے آپ کو شاہ جی کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ ایک دفعہ سید کفیل بخاری لاہور گئے ہوئے تھے۔ انہیں زیادہ دیر لگ گئی۔ شاہ جی اداسی کی کیفیت میں کہنے لگے"۔ کئی دن گزر گئے ہیں۔ میرا دولہا نہیں آیا"! ایک ساتھی نے پوچھا "شاہ جی! کون؟" شاہ جی نے کہا "کفیل لاہور گیا تھا۔ کئی دن ہو گئے ہیں۔ آیا نہیں خیر ہو!" ساتھی نے کہا۔ "شاہ جی کوئی بات نہیں کام پڑ گیا ہو گا۔ آ جائے گا"۔ شاہ جی آبدیدہ ہو کر کہنے لگے۔ "تجھے کیا پتہ۔ جس کا بچہ نہ ہو۔ اولاد کی قدر (سار) اسے ہوتی ہے"۔

شاہ جی کے ایک پرانے ساتھی یوسف باوا بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے شاہ جی سے کہا "شاہ جی! ہم آپ کے پاس اس لیے آتے ہیں کہ آپ دولت سے پیار نہیں کرتے۔ جس دن آپ کے پاس دولت آ گئی۔ ہم آپ کو چھوڑ جائیں گے کہ:

طویل عمر گذاری تو پھر یہ راز کھلا
کہ با ضمیر کبھی اہل زر نہیں ہوتے

شاہ جی مذاق میں کہنے لگے باوے! تم مجھے ہمیشہ کے لئے غریب رہنے کی دعا دے رہے ہو۔ بہر حال! رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقر و درویشی کو پسند فرمایا ہے اور

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم

شاہ جی کے طفیل ہی مجھے ملک کے جید علماء، شعراء، ادباء اور سکالرز کو سننے اور ان سے ملنے کا موقع ملا۔ جن میں علامہ خالد محمود، مشفق خواجہ، ڈاکٹر اسرار احمد، مولانا خان محمد، قاضی حسین احمد، سید نفیس الحسینی، ڈاکٹر عاصی کرنالی، اسلم انصاری، حافظ لدھیانوی، عباس نجمی، ایم ایم عالم، خالد مسعود، جانباز مرزا، خادم کیتھلی، تاثیر وجدان، جاوید اختر بھٹی قابل ذکر ہیں۔

شاہ جی کی شخصیت میں ایک کشش تھی وہ انسانی بلند اخلاق کے مالک تھے ان سے ملنے والا ہر ایک یہی سمجھتا کہ شاہ جی اس کے زیادہ قریب ہیں۔ ان کی وسعت قلبی کے دائرے میں جو بھی آیا جھومتا چلا گیا۔ بچے سے لیکر بڑے تک ہر ایک کے ساتھ ہر ایک کے مزاج، ہر ایک کی بولی میں گفتگو کرنا ان کا خاصا تھا۔ چھوٹی

چھوٹی باتوں میں بھی دوسروں کی حوصلہ افزائی کرنا ان کی سرشت میں شامل تھا۔ وہ غم گساری اور ہمدردی کا مرقع تھے وہ ایک عظیم انسان تھے۔ میرے بس میں ہوتا تو میں اپنی زندگی بھی شاہ جی کو دے دیتا کہ وہ میرے جیسے کمترین آدمی کی بات بھی بڑی توجہ سے سنتے یہی وجہ تھی کہ میں بعض اوقات زندگی کے غم و آلام کا ستایا ہوا جب زیادہ پریشان ہوتا تو ان کے دامن عافیت میں پناہ لیتا وہ میری بپتا سنتے دل جوئی کرتے۔ خلوص و محبت کے بھر پور انداز میں میرے ٹوٹے ہوئے دل کی مرہم پٹی کرتے۔ دراصل وہ خود ایک شکستہ دل کے مالک تھے۔ درویشی و بے نیازی میں ساری زندگی گزاری۔ عوارض کی پوٹ بن چکے تھے اولاد کوئی نہیں تھی بیوی پہلے اللہ کو پیاری ہو چکی تھی۔ وہ اپنے دل کے آئینے کو بچا بچا کر رکھنے کے قائل ہی نہیں تھے۔ شاید وہ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے اس راز کو پا گئے تھے:

کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

۱۲، اکتوبر کو میرے بہنوئی گوجرانوالہ میں وفات پا گئے۔ پانچ دن بعد جب میں واپس آیا تو پتہ چلا کہ شاہ جی نشتر ہسپتال میں ہیں۔ تقریباً روزانہ حاضر ہوتا رہا۔ جب بھی ان کی طبیعت سنبھلی انہیں شاداں و فرحاں پایا کبھی تو وہ مرد درویش کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لایا۔ وفات سے چار دن پہلے قاری نورالحق ایڈووکیٹ اور جاوید اختر بھٹی (ایڈیٹر "انشعاب") ان کے پاس بیٹھے تھے میں بھی موجود تھا۔ شاہ جی نے قاری صاحب سے اتنا کہا "بات کرنی تو نہیں چاہیئے دعا کریں زندگی ہے تو اللہ تعالی صحت دے دے ورنہ یہ مشکل اب ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہے۔" بھٹی صاحب سے یہ جملہ برداشت نہ ہو سکا اٹھ کر باہر چلے گئے اور پھر وہ اقبال کا مرد مومن چار دن بعد موت سے کھیلتا ہوا ۲۱، نومبر جمعہ کے دن ۱۱ بج کر ۴۰ منٹ پر سفر آخرت کو سدھارا۔ شاہ جی کے خدمت گذار (ضیاء اللہ، اختر، امتیاز) بیان کرتے ہیں کہ مرنے سے پہلے کمرے میں موجود سب کو بلا کر ہاتھ ملایا اور کہا گواہ رہنا! میں کلمہ پڑھ کر جا رہا ہوں"۔ پھر کلمہ پڑھا۔ ضیاء اللہ کہتا ہے چند ثانئے پہلے پانی مانگا، دو تین چمچ آب زمزم پلایا گیا پھر اشارے سے ہاتھ پرے کر دیا کہ بس اب کام تمام ہو چکا۔ گلے کی طرف اشارہ کر کے کہا یہاں تک روح قبض ہو چکی ہے"۔ اس کے بعد "اللہ اللہ کا ورد کرتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ایک بے باک اور طاقتور آواز جو چالیس سال تک مسلسل شرک و بدعت اور دجل و فریب کے ایوانوں کو لرزاتی رہی، خاموش ہو چکی تھی۔ ہفتے کی صبح سوا آٹھ بجے آنسوؤں اور سسکیوں کے جلو میں ان کا جنازہ دار بنی ہاشم سے اٹھایا گیا۔ پیر و جواں سب رو رہے تھے۔ ننھے صبیح سے لے کر پروفیسر عباس نجمی تک ہر آنکھ اشکبار تھی اور میرے شاہ جی سب سے بے نیاز سب سے بے پروا اپنے ساتھیوں کے کاندھوں پر سوار ایم ڈی اے روڈ سے ہوتے ہوئے جلال باقری قبرستان کی طرف رواں دواں تھے۔ جنازے میں لوگوں کا ایک سمندر موجیں مار رہا تھا ایسے لگتا تھا جیسے:

اعضائے بدن سب چور ہوئے ایک دل کے شہادت پانے سے
فوجوں میں تلاطم برپا تھا سالار کے مارے جانے سے

شاہ جی ۶۳ سال کی صبر آزما اور کٹھن زندگی کے تھکے ہارے آخر اپنے عظیم ماں باپ کے قدموں میں آسودۂ خاک ہوئے۔ لوگ چار دیواری کے اوپر، اندر اور باہر دیوانوں کی طرح کھڑے تھے۔ کہ جیسے شاہ جی کا انتظار کر رہے ہوں جیسے شاہ جی ابھی کہیں سے نمودار ہو کر تقریر کا آغاز کرنے والے ہوں مگر وہ تو بہت دور بہت دور جا چکے تھے۔ جہاں جا کر پھر کوئی واپس نہیں آیا۔ شاید ناراض ہو گئے تھے۔ شاید روٹھ گئے تھے۔

جاتے ہوئے چہرے تو دیکھے ان غم دیدہ آنکھوں نے
آج تلک پیغام نہ آیا روٹھ جانے والوں کا

بقیہ از ص 34

باقاعدگی سے ہوتی رہی۔

کانفرنس کے تواتر سے انعقاد پذیر ہونے پر مسلمان قادیانیت کے فریب سے واقف ہوئے ورنہ یہ پورا علاقہ قادیانیت کی لپیٹ میں ہوتا۔ یہ سید عطاء المحسن بخاری کا اس علاقے پر عظیم احسان ہے اور وہ بجا طور پر تلہ گنگ کے محسن ہیں۔ ان کے ایسے ہی احسانات کی تاریخ ملک کے مختلف علاقوں کے ماتھے کا جھومر ہے۔

ان کا سایہ اک تجلی، ان کا نقش پا چراغ

شاہ جی ایک درویش صفت انسان تھے۔ وہ عمر بھر غریبوں میں رہے اور غریبوں ہی کے حقوق کی جنگ لڑتے رہے۔ گجرات، سرگودھا، ملتان، چکوال، میانوالی، رحیم یار خان، مظفر گڑھ، بہاولپور، ڈیرہ غازی خان، جھنگ اور ساہیوال وغیرہ کے اضلاع ان کی جاگیرداروں اور وڈیروں سے معرکہ آرائیوں کے شاہد اور گواہ ہیں۔ وہ جب تک زندہ رہے، غیرت و بہادری کے ساتھ جیئے۔ عزت و وقار اور خودداری کی زندگی گزاری اور کوئے دشمناں میں سر اٹھا کر چلے۔ شاہ جی اگرچہ ۱۲، نومبر ۱۹۹۹ء کو رحلت فرما گئے۔ لیکن ان کا مشن زندہ اور جماعت باقی ہے۔ ان کے تیار کردہ نظریاتی کارکنوں کا قافلہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے کے لیے مستعد اور سرگرم ہے۔ جو حضرت شاہ جی کی زندگی کا مقصد وحید تھا اور اب ۱۴ کروڑ پاکستانیوں کی آرزوؤں کی معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرمائے (آمین)

متاع زیست

ممتاز شاعر محترم سید کاشف گیلانی کی حمد و نعت کا خوبصورت مجموعہ شائع ہو گیا ہے۔

قیمت: ۱۰۰ روپے

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم ملتان فون: 511961

محمد عمر فاروق

عطاء المحسن بخاریؒ..................اک ضربِ کلیمانہ

جنرل ضیاء الحق کی دعوت پر تمام سیاسی جماعتوں کے سربراہ جمع تھے۔ جنرل ضیاء الحق نے جب دوران تقریر مستقبل میں جمہوریت کی بحالی اور دیگر حکومتی وعدوں کے تاج محل دکھانا شروع کیے تو ان کی تقریر کے فوراً بعد ایک بے خوف رہنما اور بیباک مجاہد نے جنرل ضیاء سے یہ گستاخانہ سوال کرنے کی جسارت کی تھی کہ محترم آپ کے پیش و حکمران بھی ہمیشہ ایسے سبز باغ دکھا کر اپنے عرصہ اقتدار کو طول دیتے چلے آئے ہیں۔ آپ کے پاس کیا ضمانت ہے کہ آپ ان طفل تسلیوں کو حقیقت میں ڈھال دیں گے"؟۔ اس غیر متوقع سوال پر مرحوم جنرل ضیاء گڑبڑا کر رہ گئے اور ایک آدھ جوابی جملہ کہہ کر کھسیانی ہنسی میں مردم شناس کے سوال کو گول کر گئے۔ سوال کرنے والی شخصیت ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری تھے جو مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے اجلاس میں شریک تھے۔

شاہ جی کی سیاسی بصیرت نے اسی لمحے بھانپ لیا تھا کہ یہ شخص اقتدار نہیں چھوڑنا چاہتا۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت اپنی فائل پر یہ جملے لکھ کر اسے بند کر دیا" یہ شخص کم از کم دس سال اقتدار نہیں چھوڑے گا۔" شاہ جی کے اعلیٰ اخلاق کا یہ پہلو بھی قابل داد ہے کہ جب جنرل ضیاء الحق حادثاتی موت کا شکار ہوئے تو سید صاحب نے پاکستان بھر میں پہلا تعزیتی جلسہ ملتان میں منعقد کیا۔ اس موقع پر ان کی تقریر کی صدائے بازگشت کافی عرصہ تک سیاسی حلقوں میں سنائی دیتی رہی۔

سید عطاء المحسن بخاری برصغیر پاک و ہند کے ممتاز قومی و دینی رہنما حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے فرزند گرامی تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی شخصیت کی برتری کے لیے اس نسبی حوالے کو کبھی استعمال نہ کیا۔ بلکہ ان کی اپنی ذات کی گوناں گوں صفات نے انہیں معاصرین میں انفرادیت و مقبولیت بخشی۔

سامراجیت و استعماریت دشمنی مجلس احرار اسلام کا طرۂ امتیاز تھی۔ جب تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کی پاداش میں مجلس احرار دس برس کے لئے کالعدم قرار دی گئی تھی۔ تو شاہ جی کا سامراج دشمن مزاج انہیں نیشنل عوامی پارٹی (نیپ) میں لے گیا۔ جب مجلس احرار سے پابندی اٹھا لی گئی تو آپ احرار میں واپس آ گئے۔ اور مجلس احرار کے بزرگ رہنماؤں شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین انصاری کے شانہ بشانہ عوامی رابطہ مہم کے لیے ملک گیر طوفانی دورے کیے۔ آپ کے برادر اکبر حضرت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ اور آپ کی طویل صبر آزما جدوجہد کے نتیجے میں مجلس احرار نے بہت جلد قوت و استحکام حاصل کر لیا۔

اس عہد میں کمیونسٹ اور سوشلسٹ کہلانا ایک فیشن سا بن گیا تھا۔ وسیع و عریض جاگیر، بھاری بینک بیلنس کا مالک سرمایہ دار قیمتی گاڑی میں کھدر پہن کر بیٹھتا اور کمیونزم کی چھتری تلے محض وقت گزاری کے

لیے پرولتاریوں کے مسائل پر رائے زنی کرتا۔ خدا اور رسول اور مذہب کو تضحیک کا نشانہ بناتا۔ اس وقت مجلس احرار اسلام واحد دینی و سیاسی جماعت تھی۔ جس نے پاکستان میں سب سے پہلے اس فکری گمراہی کے مرتکب منافقوں کے رویّوں کی حقیقت سے پردہ اٹھایا اور بحیثیت مجموعی ان نظاموں کے خلاف پہلی مضبوط آواز بلند کی۔ سید عطاء المحسن بخاری نے اس جہاد میں استحصالی طبقوں کے مزدور کش مظالم کے سد باب کے لیے تاریخی کردار ادا کیا۔ بعض مذہبی جماعتیں بھی وڈیروں کی ہمنوا تھیں۔ اس طرح مزدوروں اور کسانوں کے معاشی قتلِ عام میں مذہب کا سہارا لیا جا رہا تھا۔ جس پر آپ نے ایک پرمغز تحقیقی مقالہ "اسلام دولت کی مساوی تقسیم کا قائل ہے" لکھ کر شرعی برہمنوں کا ناطقہ بند کر دیا۔

مجلس احرار اسلام نے قیام پاکستان کے بعد انتخابی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ اور تمام تر توجہ تبلیغ اسلام، تحفظ ختم نبوت اور اصلاحِ معاشرہ پر مرکوز کر لی تھی۔ جبکہ بعض مذہبی جماعتوں نے لادین سیاستدانوں کی پیروی میں جمہوریت کو اسلام کے مقابلے میں بطور نظام زندگی کے اپنا لیا تھا۔ لیکن مجلس احرار نے سید صاحب کی قیادت میں اسلامی شورائی نظام کو مکمل نظامِ حیات قرار دے کر نفاذ و قیامِ حکومت الٰہیہ کے لیے جدوجہد جاری رکھی۔ جس پر جمہوری فرزندوں نے ناک بھوں چڑھائی۔ مگر قائدینِ احرار کے موقف کی صداقت کی اس سے بڑھ کر کیا گواہی دی جا سکتی ہے کہ آج سب کچھ لٹانے کے بعد بعض دینی جماعتیں بھی مروجہ سیاست اور جمہوری نظام کو ترک کرنے پر مجبور ہو گئی ہیں۔

سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے عوام میں مذہب کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ معاشرتی ناہمواریوں کے خلاف آواز اٹھائی اور مذہبی اجارہ داروں کے دوغلے پن کو بے نقاب کیا۔ انہوں نے رسم و رواج کی گرد ہٹا کر اسلام کو اس کی اصلی حالت میں پیش کیا۔ سید عطاء المحسن بخاری کی اکسٹھ سالہ زندگی کے کارنامے یوں تو بے شمار ہیں کہ انہوں نے لادین نظام کے خلاف جہاد کیا۔ گستاخانِ صحابہؓ کو لگام دی۔ قادیانیت کی سرکوبی کی اور ربوہ (اب چناب نگر) میں مسلمانوں کی پہلی مسجد کی بنیاد رکھی۔ لیکن میرے نزدیک ان کی حیات مبارکہ کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ انہوں نے مجھ جیسے سینکڑوں نوجوانوں کی زندگی کا رخ بدل ڈالا۔ انہوں نے نوجوانوں میں فکری و نظریاتی محنت کی۔ جس کا نتیجہ ہے کہ آج ان کے خوشہ چین جہاں بھی ہیں۔ وہ نظریاتی اعتبار سے اتنے مضبوط و مستحکم ہیں کہ کوئی بھی بڑے سے بڑا اشتراکی، جمہوری یا مذہبی ڈیرے دار ان کی فکر و نظر کو متاثر و مرعوب نہیں کر سکتا۔

مجھے اعتراف ہے کہ بچپن ہی سے جس عظیم شخصیت نے میرے دل و دماغ پر اپنے کردار و عمل سے قبضہ جمایا، وہ سید عطاء المحسن بخاری تھے۔ جو روایتی مولوی، قدامت پرست واعظ یا زاہد خشک نہ تھے۔ بلکہ وہ ہر دلعزیز اور پہلو دار شخصیت تھے۔ بیک وقت عالم، شاعر، خطیب، صحافی، کالم نگار اور سیاسی رہنما بھی تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی بڑائی اور بزرگی کی دھونس کبھی نہ جمائی۔ انہوں نے کارکنوں سے بیٹوں کی طرح پیار کیا۔ ان کی ذات میں باپ کا سا جلال اور ماؤں جیسی نرم و گداز محبت بھی تھی۔ وہ محفلوں کی جان تھے۔ ان کی

بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی ضرب المثل تھی۔ وہ ایسی دلنواز شخصیت کے مالک تھے کہ ہر ملنے والا یہی سمجھتا کہ ان کا یہ التفات میرے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

تلہ گنگ..... دینی و سیاسی سرگرمیوں کے حوالے سے ایک اہم مقام کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے تلہ گنگ میں آنے والے نامور مقررین کو سنا ہے۔ انہیں ابنِ امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ سے بخوبی آگاہی و شناسائی حاصل ہے۔

سید عطاء المحسن بخاری بیک وقت ایک معتبر عالم دین، ممتاز قومی رہنما، نامور خطیب، منفرد لہجے کے شاعر اور مقبول عام کالم نگار بھی تھے۔ شاہ جیؒ نے ۱۹۶۸ء میں تلہ گنگ کا پہلا دورہ کیا اور پھر تقریباً ۱۹۹۷ء تک وہ سینکڑوں مرتبہ اس سرزمین کو اپنی شعلہ بار خطابت سے سرفراز کرتے رہے۔ وہ پیشہ ور واعظ نہ تھے کہ ان کی نگاہ عقیدت مندوں کی جیبوں پر ہی رہتی۔ بلکہ وہ ایک دریا دل اور یار باش شخصیت کے مالک تھے۔ جنہوں نے لٹایا بہت کچھ ہے، مگر کمایا کچھ نہیں۔ ہاں انہوں نے تحصیل تلہ گنگ کے باسیوں کی دعاؤں سے اپنے دامن کو ضرور بھرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پورا علاقہ انہیں بے لوث رہنما اور بے غرض عالم دین کے طور پر یاد کرتا ہے۔

تحصیل تلہ گنگ کا کوئی قصبہ اور گاؤں ایسا نہیں ہے کہ جہاں ان کے قدم نہ پہنچے ہوں۔ انہوں نے یہاں دس دس میل پیدل سفر کر کے اور بغیر کسی معاوضہ و لالچ کے اللہ کے دین کی تبلیغ کی۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دفاع کی خاطر انہوں نے مصائب و تکالیف برداشت کیں۔ لیکن حرف شکایت سے ان کی زبان آشنا ہی نہ تھی۔ ۱۹۶۹ء میں قادیانیوں نے پنچنند کو اپنی ناپاک سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اپنی عبادت گاہ تعمیر کی اور کئی مسلمان خاندانوں کو لالچ دے کر مرتد کر دیا۔ خدشہ یہ پیدا ہوا کہ اگر قادیانیوں کو نکیل نہ ڈالی گئی تو قادیانیت کے دامِ تزویر میں پورا علاقہ آ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانانِ تحصیل تلہ گنگ کو اس فتنے سے بچانے کے لیے سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کو رحمت کا فرشتہ بنا کر یہاں بھیجا۔ جنہوں نے مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے کارکنوں کو منظم کیا اور قادیانیوں کی شرانگیزیوں کے خلاف ایک بہت بڑا جلوس تلہ گنگ میں نکالا۔ جس کی قیادت خود بخاری صاحب نے کی۔ دوسرے روز پنچنند میں "ختم نبوت کانفرنس" منعقد کی۔ جس میں چکڑالہ کے احرار کارکن، کپتان غلام محمد کی سرپرستی میں خاص طور پر شریک ہوئے۔ علاقے کے ایک بہت بڑے زمیندار نے پنچنند میں بخاری صاحب کے قدم رکھنے پر گولی مار دینے کی دھمکی دی۔ لیکن وہ انتہائی دلاور انسان تھے کہ خوف جن کی چھڑی میں بھی نہ تھا۔ برسرعام کانفرنس کی اور تاریخی تقریر فرمائی۔ جس سے قادیانی ہمیشہ کے لئے دم دبا کر بھاگ گئے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے تک یہ کانفرنس ہر سال

بقیہ ص 31 پر

ملا معاویہ حنفی

حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ایک حق گو عالم اور بیباک خطیب

برصغیر کے عظیم خطیب اور تحریک آزادی ہند کے صف اول کے رہنما حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نوراللہ مرقدہ کے دوسرے فرزند گرامی، قائد و امیر احرار حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ آج سے دو ہفتے قبل طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موت سے کس فرد بشر کو رستگاری ہے، ہر ذی نفس نے اس کا ذائقہ چکھنا ہے، یہ ایک حقیقت ہے اس سے کسی کو مفر نہیں۔ بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی عرصہ تک اپنی یاد دلاتی رہتی ہیں۔ حضرت سید عطاء المحسن بخاری کے برادر کبیر و کیل صحابہ واہل بیت جانشین امیر شریعت حضرت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کو رخصت ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ یہ دوسرا گھاؤ دلوں کو لگ گیا۔

آج حق گوئی، بیباکی، حریت پسندی، جرأت و بسالت، بلند ہمتی، قناعت و ایثار، خوش مذاقی و بذلہ سنجی جیسے الفاظ یتیم و مغموم نظر آتے ہیں اس لئے کہ شاہ جی ان صفات کے پیکر مجسم تھے، اور آج وہ ملتان میں اپنے عظیم باپ کے جوار میں آسودۂ خاک ہیں۔

حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کا مادر علمی خیر المدارس تھا جہاں پہلے استاذ القراء حضرت قاری رحیم بخش رحمہ اللہ سے حفظ قرآن کریم کی دولت سے مالامال ہوئے۔ درجہ کتب میں داخلہ لیا تو امام الاحناف حضرت مولانا خیر محمد قدس سرہ کے منظور نظر ہو گئے۔ متعدد بار راقم نے شاہ جی سے یہ واقعہ سنا فرمایا کرتے کہ دوران حفظ میں صبح نماز فجر سے قبل "کوٹلہ تولے خاں" سے پیدل خیر المدارس جاتا اور کوشش ہوتی کہ آج اپنے استاذ حضرت قاری صاحب سے پہلے درسگاہ پہنچنا ہے، اس دوران پیدل چلتے ہوئے اپنا سبق اور منزل پڑھتا جاتا درسگاہ میں پہنچتا تو حضرت قاری صاحب پہلے سے تشریف فرما ہوتے، مجھے اس سلسلہ میں ہمیشہ شکست اٹھانا پڑی، حضرت مولانا خیر محمد رحمہ اللہ اس فرزند امیر شریعت سے کس قدر محبت فرماتے اس کا اندازہ اس بات سے ہوگا جو راقم نے انہی کی زبانی سنی، شاہ جی نے بتایا کہ ایک مرتبہ سفر کے دوران حادثہ میں میری ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور میں صاحب فراش ہو گیا، حضرت کو معلوم ہوا تو خیر المدارس سے اپنے شاگردوں کے ہمراہ میری عیادت کے لیے گھر تشریف لائے، مجھے حضرت سے ملے ہوئے کافی دن ہو گئے تھے میں ڈر رہا تھا کہ ابھی ڈانٹیں گے لیکن حضرت نے جس محبت، شفقت اور خورد نوازی کا معاملہ فرمایا میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت شاہ جی کی نسبت جس گھرانے سے تھی اور جس جماعت کے وہ امیر رہے کون نہیں جانتا کہ

اس خاندان اور جماعت میں انگریز اور اس کے وفادار ٹوڈیوں اور انگریز کے نظام سے نفرت کس قدر ہے۔ پھر فرزند امیر شریعت ہونے کے ناتے انہوں نے اپنے اسلاف کی روایات کو جس طرح نبھایا وہ انہی کا حصہ تھا۔ اگر بات دفاعِ صحابہ کی ہو تو کونسی وہ قربانی ہے جو اس گھرانے نے پیش نہ کی ہو۔ قید و بند کی صعوبتوں سے لے کر املاک اور کتب خانے کی چوری، بیگانوں کی نفرت و عداوت، اور اعدائے صحابہ کی کھلی دشمنی اس راہ میں مول لی، سیدنا معاویہ سلام اللہ و رضوانہ علیہ کا نام نامی زبان پر لانا کسی دور میں جرم سے کم نہ تھا۔ مگر سید عطاء المحسن بخاری نے اپنے بڑے بھائی سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے دوش بدوش پوری تندہی اور جانفشانی سے اس نام کو اتنا عام کیا کہ آج جگہ جگہ اس نام کے لوگ ملتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عفت و عصمت کی حفاظت کے سلسلہ میں کبھی کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی بلکہ ان کی طرف بکنے والی ہر زبان اور اٹھنے والے قلم کو ببانگ دہل للکارا، اس قماش کے لوگوں کا پیچھا کیا اور شکست فاش سے دوچار کیا۔ سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کی صحابہ کرام سے محبت کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے "میں صحابہ کے در کا ایک کتا ہوں جو بھی ان قدسی صفت انسانوں پر بھونکے گا کاٹ کھاؤں گا" ۔ اور اگر خدا نخواستہ کسی کی شامت اعمال اسے کوچۂ بدزبانی میں لے آتی تو پھر یہ کاٹ دیکھنے کے لائق ہوتی۔ بدنام زمانہ کتاب "خلافت و ملوکیت" منظر عام پر آئی جس میں ادیبانہ پیرائے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر رکیک حملے کئے گئے تھے تو شاہ جی نے اپنی زبان اور قلم سے تلوار سے زیادہ سخت کام لیا۔ آج سے دس گیارہ سال قبل ان کی زیر ادارت ماہنامہ نقیب ختم نبوت نکلنا شروع ہوا تو اس کے صفحات دفاع صحابہ کے لیے وقف ہو گئے۔

شاہ جی مجلس احرار اسلام پاکستان کے متعدد بار ناظم اعلیٰ اور آخر میں امیر رہے، اس حیثیت میں انہوں نے ہمیشہ معاصر دینی جماعتوں کو آپس کے اتحاد و اتفاق کےلیے پکارا۔ وہ فرمایا کرتے کہ موجودہ سیاست میں ہمارا لادین جماعتوں سے اتحاد یکسر غیر فطری ہے۔ نیز یہ کہ موجود جمہوری سیاست میں ہمارے لئے کوئی جگہ نہیں اور دوسرا یہ کہ اس سے ہمارے قوت کار اور قوت افراد بھی تقسیم ہو جاتی ہے۔ دینی جماعتوں کا آپس کا اتحاد ہی فطری اتحاد ہو سکتا ہے اور ہماری دینی جماعتیں صرف اسی صورت میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے گئے طریقہ کے مطابق نفاذ اسلام کی جدوجہد ہو گی۔ مجاہدین سے بہت محبت فرماتے کوئی مجاہد دوست ملاقات کے لئے حاضر ہو جاتا تو شاہ جی کی خوشی دیدنی ہوتی، بلاامتیاز مجاہد تنظیموں کا تعاون خود بھی فرماتے اور دوسروں کو بھی توجہ دلاتے۔ روس کے خلاف جہاد کے دور میں خود محاذ جنگ پر تشریف لے گئے اور عملی جہاد کی سعادت حاصل کی۔ بعد میں اپنے حصے کے فائر کئے گئے گولہ بارود کی قیمت بھی ادا کی، موجودہ دور میں طالبان اور حضرت امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد ان کی تقاریر کا مستقل موضوع ہوتے۔

حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے ۱۹۶۱ء میں ملتان میں اپنی رہائشی جگہ پر مدرسہ معمورہ

کے نام سے دینی مدرسہ قائم کیا۔ بعد میں مزید دو پلاٹ خرید کر مدرسہ کی جگہ میں شامل کر لیے، شروع میں بہت دقتیں پیش آئیں، شاہ جی استاذ تھے اور مدرسہ کے رہائشی بچوں کے لیے کھانے کا اہتمام شاہ جی کی اہلیہ کرتیں۔ آج اس مدرسہ کے تحت پنجاب میں تیس کے قریب مدارس قائم ہیں جہاں بچوں کو حفظ و ناظرہ کی بہترین تعلیم دی جا رہی ہے۔ بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینے کا اہتمام صاحب فراش ہونے کے بعد تک جاری رہا، شاہ جی جب اپنی پاٹ دار آواز اور حجازی لے میں بچوں کو تجوید کی مشق کرا رہے ہوتے تو پورا مدرسہ ان کی آواز سے گونج اٹھتا۔ اپنے متعلقین کی ظاہری و باطنی حالت کی طرف بھرپور توجہ رکھتے، مسجد میں اگر کوئی نمازی غلط انداز میں نماز پڑھتا نظر آ جاتا تو فوری اصلاح فرماتے راقم کو ان کی خدمت میں ایک عرصہ رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے، ان کے پاس قیام کے عرصہ میں مسجد کی امامت کے فرائض اس نامنجار کو ادا کرنا پڑتے، قرأت میں یا اداء نماز میں کوئی غلطی نظر آتی تو فوراً اپنے پاس بلا کر محبت بھرے انداز میں غلطی کی اصلاح فرماتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو شخص کوئی منکر دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس پر قادر نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل میں برا جانے“ اوکما قال علیہ السلام۔ شاہ جی رحمہ اللہ کے نزدیک آخری درجہ تو بعد کی بات ہے دوسرے درجہ میں زبان سے برائی کی روک تھام کے لیے تو کبھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے زبان ہمیشہ منکرات کے خلاف شمشیر بے نیام رہی۔ جہاں موقع ملا ہاتھ کا بھی بھرپور استعمال کیا، اللہ پاک نے صحت و جسامت سے بھی خوب نوازا تھا، سفر کے دوران بسوں ویگنوں والوں سے فحش گانوں کی ریکارڈنگ پر اکثر لڑائی ہو جاتی کئی ایک مرتبہ تو گردن سے پکڑ کر ڈرائیور کو گانوں سے روکا۔ اور بعض مرتبہ ضرورت پڑنے پر مناسب ٹھکائی بھی کر دی۔

ملک میں چلنے والی دینی تحریکوں میں ہمیشہ نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۶ء میں چناب نگر (ربوہ) کا یہ عالم تھا کہ وہاں غیر قادیانی قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ ربوہ یا قرب وجوار میں رہنے والے مسلمان اپنی غربت و افلاس کی وجہ سے قادیانیوں کے دست نگر رہتے، اگر کوئی نیا آدمی ربوہ میں داخل ہوتا تو فوراً قادیانی جماعت کے خفیہ والے اس کا پیچھا شروع کر دیتے، یہاں داخل ہونے والا سمجھتا کہ وہ پاکستان کے کسی شہر میں نہیں بلکہ کسی دشمن ملک میں داخل ہونے کی غلطی کر چکا ہے۔ ان حالات کے باوجود حضرت سید عطاء المحسن بخاری نے خفیہ طریقہ سے وہاں جگہ خرید کر مسجد بنانے کا اعلان کر دیا۔ جو آج مسجد احرار کے نام سے موسوم ہے، ہر سال وہاں جلسہ و جلوس کا اہتمام کیا اور قادیانیوں کے شہر کے قلب میں واقع ”ایوان محمود“ کے سامنے ہزاروں لوگوں کو ہمراہ لے کر دشمن کے دروازے پر کھڑے ہو کر انہیں دعوت اسلام کا فریضہ انجام دیتے، ساتھ ساتھ قادیانیوں کے گرو مرزا غلام احمد کے پھیلائے ہوئے مغالطوں کے تار و پود بکھیر تے۔ شاہ جی نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے خطابتی معرکے سر کیے۔ اللہ پاک نے انہیں فصاحت و بلاغت اور حسنِ صوت سے نوازا تھا۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع ہوتا یا سیرت صحابہ کا تو زبان سے ایسے بلند پایہ ادیبانہ

الفاظ موتیوں کی صورت میں نکلتے کہ سننے والے عش عش کر اٹھتے۔ اور کبھی دین دشمنوں اور گستاخانِ صحابہ کا تذکرہ چھڑ جاتا تو وہی زبان تلوار کی دھار سے زیادہ کاٹ دار بن جاتی۔ قرآن پاک کی آیات کی تلاوت فرماتے تو دل چاہتا کہ بس تلاوت ہی کرتے رہیں۔ ہزاروں لوگ ان کے خطبات سے راہ ہدایت پا گئے اور ان کا عقیدہ و عمل درست ہو گیا۔

غیرت و خود داری کے مجسم اور فقر ابوذر کے پیکر تھے، کئی مرتبہ بڑی سے بڑی پیشکش ہوئی مگر ہمیشہ ایسے ترنوالے کو ٹھکرا دیا۔ جس سے روباہی آتی ہو۔ گھر میں استعمال کے چند برتن اور پہننے کے لئے دو چار جوڑے، مگر اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے پورا کتب خانہ تھا۔ آرام کے لئے رکھی گئی چارپائی کے نزدیک کتابوں کے انبار لگے ہوتے، اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنا ملکیتی مکان اور سامان مدرسہ کو وقف کر دیا تھا، خود کونے کے ایک چھوٹے کمرے میں رہنا شروع کر دیا، آج کے دور میں قربانی اور ایثار کی یہ بہت بڑی مثال ہے۔

چند ماہ سے شدید علیل تھے، بیس برس پرانی شوگر آہستہ آہستہ اپنا کام دکھاتی رہی، اس شوگر کی وجہ سے دیگر بہت سے عوارض نے بھی جنم لے لیا تھا۔ وفات سے دو تین ہفتے قبل نشتر ہسپتال میں داخل کرایا گیا، مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، آخر کار اللہ تعالیٰ کا آخری حکم آ پہنچا، سنا گیا ہے کہ آخری وقت مکمل ہوش میں تھے اور فرمارہے تھے کہ موت میری آخری خواہش ہے۔ مگر یہ خواہش دنیا کے مصائب سے تنگ ہو کر نہیں تھی بلکہ تعلق مع اللہ، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کا نتیجہ تھی۔

آپ کی اہلیہ ایک سال قبل پندرہ برس کی طویل علالت کے بعد انتقال کر گئی تھیں۔ اولاد بالکل نہیں تھی مگر اپنے بعد ہزاروں دل گرفتہ انسانوں کو روتا ہوا چھوڑ گئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت شاہ جی کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں اور ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

مسافرانِ آخرت

گذشتہ ماہ درج ذیل حضرات اور خواتین انتقال فرما گئے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ ان کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے ایصالِ ثواب اور دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔ تمام اراکین ادارہ ان کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر و جمیل کی دعا کرتے ہیں نیز اظہارِ ہمدردی و تسلی کرتے ہوئے لواحقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

* حضرت مولانا عبدالسلام صاحب رحمہ اللہ (ڈیرہ اسمٰعیل خان)
* محترم شاہد صدیق چوہان مرحوم (مظفر گڑھ) کی بیوہ اور عزیز محمد معاویہ سلمہ کی والدہ
* محترم عبداللطیف خالد چیمہ (چیچہ وطنی) کے بھتیجے اور بھائی محمد جاوید کے نوعمر بیٹے عزیزم محمد علی مرحوم

چیچہ وطنی میں ہمارے مہربان اور کرم فرما محترم ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ، محمد آصف چیمہ کی ہمشیر، محمد ارشد چیمہ کی اہلیہ اور عبداللطیف خالد چیمہ کی خالہ زاد بہن کا انتقال ہو گیا۔

چیچہ وطنی چک نمبر ۴۲۔۱۲ ایل میں ہمارے مہربان رفیق (خواجہ) محمد اعظم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔

مرزا عبدالقیوم بیگ
رکن مرکزی مجلس شوریٰ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان (خان پور)

واہ! محسن شاہ جی واہ!

ابھی تو ہمیں جانشینِ امیر شریعت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ کی جدائی کا صدمہ ہی نہ بھولا تھا کہ محسن شاہ جیؒ آپ نے بھی ہمیں تنہا چھوڑنے میں بہت جلدی کی۔ محسن شاہ جیؒ! احراریوں نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد اپنوں اور پرائیوں سے بہت سی صعوبتیں برداشت کیں۔ کن کن شخصیتوں کے نام گنوائیں جنھوں نے احرار کے وجود کو نیست و نابود کرنے کے لئے شب و روز ایک نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ آپؒ پر اور حضرت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ پر کروٹ کروٹ رحمتیں نازل کرے کہ! آپ کے دور میں انتھک کوششوں سے احرار کا وجود قائم رہا۔

محسن شاہ جیؒ! گلشنِ احرار اجڑنے کے بعد پھر ہرا بھرا ہو رہا تھا۔ گلشن اداس ضرور ہے لیکن مرجھائے گا نہیں۔ آپ کے لگائے ہوئے پودوں کو بڑھنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اب اس گلشنِ احرار میں خزائیں نہیں بہاریں ہی بہاریں رہیں گی! ان شاء اللہ۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب آپؒ نے سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا! کہ بھائی جان جن مدرسوں کا وجود امیر شریعت رحمہ اللہ کی جوتیوں کے صدقے قائم ہوا تھا آج وہی مدرسے ہمیں جلسے کرنے کی اجازت نہیں دے رہے۔ ہمیں اپنے دینی مدارس قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے اور آپ "ابو معاویہ بخاری رحمہ اللہ" کوئی ایک مدرسہ سنبھال کر تدریس کا کام شروع کر دیں روشن نتائج نکلیں گے۔

محسن شاہ جی آپ نے ملک کے مختلف حصوں میں تیس (۳۰) کے قریب مجلس احرار اسلام کی زیر نگرانی جو دینی مدارس قائم کئے وہاں سے ان شاء اللہ علم کی روشنیاں پھوٹیں گی۔ جن کے وجود سے گمراہی اور لادینیت کی تاریکیاں چھٹ جائیں گی۔ شاہ جی آپ کا یہ ٹھوس اور بامقصد فکر، سوچ، فہم و فراست، تدبر، تعمیری اقدام مجلسِ احرارِ اسلام کے کارکنوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے ساری عمر تحریک تحفظ ختم نبوۃ، عظمت صحابہؓ دفاع صحابہؓ، امہات المومنین و صحابیاتؓ کی شان کے لئے بھرپور مساعی جاری رکھی۔ جمہوریت کی بیخ کنی کے لئے آپؒ کی جدوجہد ضرور رنگ لائے گی۔ شاہ جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کسی سہارے کا محتاج نہیں۔ جمہوریت انسان کو گمراہی کی طرف دھکیلتی ہے۔ جب کہ اسلام انسان کو گمراہی سے دور اور فلاح کی طرف لے جاتا ہے۔ اسلام میں امن و سکون ہے جب کہ جمہوریت میں بے سکونی، بدامنی اور انتشار کے سوا کچھ نہیں۔ جمہوریت انسان کو تاریک راہوں پر گامزن کر دیتی ہے جبکہ اسلام تاریکی کو دور بھگاتا ہے اور تمام انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے۔ اسلام میں بھلائی ہے! جمہوریت میں تباہی ہے۔ اسلام انسانوں کو تولتا ہے۔ جمہوریت میں انسانوں کو گنا جاتا

ہے۔ ایک متقی، پرہیزگار، پانچ وقت کا نمازی رزقِ حلال کمانے والے کا ووٹ اور اس سے متضاد کا ووٹ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

شاہ جیؒ اکثر فرمایا کرتے تھے! پیارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ تمام انسانوں کے لئے رحمۃ للعالمین بن کر آئے ہیں جمہوری طرزِ حکومت میں ان کے ووٹ اور ابوجہل کا ووٹ برابر.........؟ ایسی جمہوریت پر کروڑوں لعنت۔

شاہ جیؒ کی ایسی تقریروں سے جمہوری مولوی سخت نالاں رہتے تھے۔ ایسے مولوی شاہ جی کو گستاخ، بے ادب، سخت مزاج کہتے تھے۔ لیکن آخر علماء کرام کو آہستہ آہستہ شاہ جیؒ کی باتیں سمجھ میں آنا شروع ہو گئیں۔

انشاء اللہ وہ وقت آنے والا ہے اور وہ وقت آ کر رہیگا کہ علماء کرام شاہ جیؒ کے نقشِ قدم پر چلنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کیونکہ پاکستانی عوام نے پاکستان میں جمہوریت کا حشر دیکھ لیا ہے۔

شاہ جیؒ علماء حق کا سرمایہ تھے۔ شاہ جیؒ کی رحلت امت مسلمہ کے لئے ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ شاہ جی کی دینی و سماجی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ انشاء اللہ احراری محسن شاہ جیؒ کی قائم کردہ فکری اور نظریاتی روایات کا درخشاں باب ختم نہیں ہونے دیں گے۔

شاہ جیؒ کو چناب نگر ''ربوہ'' میں مسلمانوں کی پہلی مسجد احرار اور مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھنے کا منفرد اعزاز حاصل ہے۔ شاہ جیؒ پولیس کی بھاری نفری اور سخت ناکہ بندی کے باوجود دریائے چناب کا سینہ چیر کر مسجد احرار چناب نگر پہنچے تھے۔ راقم کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے!۔ آمین۔

بقیہ از ص 54

جہاں تدریس وخطابت کے لیے دعوت دی گئی، بلاحیل وحجت ہامی بھر لیتے اور پھر عقیدت مندوں پر علم کے موتی نچھاور کرتے۔

ماہنامہ ''الضیاء'' لاہور

انہوں نے اپنے والد گرامی کے پورے پورے نقشِ قدم پر رہ کر تحریک تحفظ ختم نبوت اور مجلس احرار اسلام کی عظیم خدمات سرانجام دیں۔

ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور دسمبر ۱۹۹۹ء

مجلس احرار اسلام کے امیر اور فرزند امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری اللہ کو پیارے ہو گئے۔ دنیا سے جانا تو سبھی کو ہے لیکن ایسے لوگوں کے لیے دل میں درد سوا ہوتا ہے۔ جو اپنے دور میں علم کے سچے شیدائی اور حق کی آواز تھے۔ جن کے تقویٰ، ایثار، محبت اور دیانت علمی کا ایک زمانہ معترف تھا اور جن کا وجود اس دورِ خرابی میں مغتنمات میں سے تھا۔

حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کو قدرت نے خطابت کا جوہر وافر عطا کر رکھا تھا۔ درویشی اور فقر میں بھی ممتاز تھے۔ اسی لئے ان کے کردار میں ایک وقار اور ان کی خطابت میں تاثیر تھی۔ دنیا سے اس حال میں ناطہ توڑا کہ زبان پر کلمہ شہادت تھا۔ بارگاہِ ایزدی سے یہ توفیق کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

حامد سراج

ایک تعزیتی خط......ایک خوشخبری کے ساتھ

پیارے بھائی ذوالکفل........ آپ پر رب کریم کی رحمت بے کنار
کتنی اداسی اور خاموشی ہے۔ کئی روز سے ذہن کی تختیوں پر تحریریں لکھتا ہوں اور مٹا ڈالتا ہوں........"
کیا ایک خط لکھ دینے سے حق ادا ہو جائیگا......؟
نہیں...... بالکل نہیں
تو پھر میں کیا کروں......؟ لفظ کہاں سے لاؤں...... لفظوں کا پیرہن کیا میرے جذبات کی عکاسی کرے گا...؟
سید عطاء المحسن شاہ صاحب کے انتقال کا سانحہ صرف آپ کا نہیں...... میرا نہیں بلکہ کرۂ ارض پر بسنے والے کروڑوں اربوں لوگوں کا سانحہ ہے۔ جب زمین خالی ہونے لگے تو وا ہے بسیرا کر لیتے ہیں......؟

T.V خبرنامے سے پہلے صاحبزادہ خلیل احمد صاحب نے آپ کے فون کی اطلاع کر دی تھی...... سناٹا چھا گیا...... یقین کیوں نہیں آ رہا......؟ "عطاء المحسن شاہ صاحب تو یہیں میرے Study room میں موجود ہیں......"

گرمیوں کے دن تھے...... میں جگ میں لسی اور ساتھ گلاس لایا تو مسکرائے اور کہا......

"حامد صاحب...... کٹورا لائیں کٹورا...... یہ فیشنی کام نہیں چلے گا۔"

کتنی بے تکلفی اور اپنائیت کے ساتھ میرے اندھیرے گھر کو انہوں نے روشنی بخشی اور علم و عرفان کے موتی بکھیرتے رہے......

اور......اور......ذوالکفل، میں دار بنی ہاشم کی وہ شام کیسے بھول جاؤں، سورج اپنا سفر مکمل کر کے تھکا ماندہ مغرب کی گود میں سر رکھ رہا تھا، جب میں دار بنی ہاشم پہنچا...... کتب خانے کے سامنے دو چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں...... لکڑی کا ایک بنچ...... اور پانی کا چھڑکاؤ......"

والہانہ طریقے سے عطاء المحسن شاہ صاحب مجھے ملے...... اور چند لمحوں میں میز پر فروٹ چن دیا گیا Pepsi کی بوتل...... ابھی کھانا شروع نہیں کیا تھا کہ موذن نے پکارا...... اللہ اکبر .... میں اٹھنے لگا تو شاہ صاحب نے کہا......

حامد صاحب: اطمینان سے کھائیے...... نماز کہیں نہیں جانے گی۔"

میں نے عرض کیا...... جی...... وہ جماعت......!

"اللہ رب العزت جماعت کا بندوبست بھی کر دیں گے"...... نمازی مسجد کے اندر جاتے رہے، نماز ہو گئی...... عطاء المحسن شاہ صاحب بیٹھے رہے، مسکراتے، باتیں کرتے، چائے بھی آ گئی۔ جب میں نے چائے پی لی...... تو مسکرا کر کہا۔

"جائیں جی...... اب تسلی سے وضو کر کے آئیں۔ مہمان کی توقیر فرض ہے۔ نماز مغرب کا وقت اتنا بھی

تنگ نہیں ہوتا......"
میں نے شاہ صاحب کے ساتھ نماز مغرب ادا کی......"
اور سوچنے لگا...... یہ کیسے لوگ ہیں...... باوقار اور فراخ دل۔ کہیں کوئی عام مولوی ہوتا تو فتویٰ صادر ہو جاتا...... سارے کام چھوڑ کر پہلے نماز پڑھی جاتی۔ میں ایک عام سا آدمی...... اور شاہ صاحب نے اتنی عزت دی......
ذوالکفل میرے بھائی...... یادوں کا ایک سمند ہے...... اور سمندر میں موتی ہیں......" وہ گزر گئے...... اپنے رب سے جا ملے...... انا للہ وانا الیہ راجعون......" میرا رب انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا کرے......"
مجھے معلوم ہے...... بھائی ذوالکفل...... ایک خط لکھنے سے، تعزیت کرنے سے، حق ادا نہیں ہوتا...... لیکن میں قریباً ایک مہینہ Tomsills کے attack کی وجہ سے بستر علالت پر رہا ہوں۔
سوچتا ہوں...... ملتان آنے پر جب دار بنی ہاشم آنا ہوگا تو قلب کی کیا کیفیت ہوگی؟" وہ محبت کرنے والا شخص نہیں ہوگا...... وہ جو پہروں، گھنٹوں، مجھ ایسے بے کار شخص کو بھی اپنا قیمتی وقت دے دیا کرتا تھا......" وہ مسکراہٹ کیسے بھولوں......!"
جب میں پہلی بار دار بنی ہاشم گیا...... مجھے وہاں جاننے والا کوئی نہ تھا۔ نہ کوئی Referance نہ سفارش......!"
بس ایک چٹ پر یہ شعر لکھ کر میں نے اندر بھجوا دیا......

"ہم سے جو ملو تو مل لو کہ بہ نوکِ گیاہ
مثالِ قطرۂ شبنم رہے رہے نہ رہے

آپ سے ملنے کا متمنی

حامد سراج

دیر ہی کتنی لگی...... چٹ اندر گئی......
اور ایک قد آور شخص جس کے چہرے پر رعب تھا، نور اور مسکراہٹ......" والہانہ مجھے گلے لگا لیا...... کتب خانہ میں بٹھایا......
اور پوچھا......
آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں......؟
ذوالکفل...... گھروں سے کوئی نہیں نکلتا...... دستکیں بے صدا ہو جاتی ہیں...... ہمارے ملک کے دانشور، مفتی، فقیہ، سیاستدان، ڈاکٹرز، انجینیئرز، علماء کرام...... اور کتنے طبقات کا نام لوں...... وقت لینا پڑتا ہے......! وقت...... اور پھر آدمی ویسے ہی چلا جائے تو کون پوچھتا ہے...... گر پوچھ بھی لیا تو یہی پوچھیں گے......
جی...... کیا کام ہے......؟" کیسے آنا ہوا......؟
لیکن عطاء المحسن شاہ صاحب نے یہ نہیں پوچھا تھا...... انہوں نے پہلے، گھر سے نکلتے ہی کہا مرحبا...... مرحبا......

خوش آمدید......
اور پھر کتب خانے میں بٹھا کر پوچھا......
آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں......؟
میرا اس وقت تعارف خانقاہ سراجیہ کے حوالے سے نہیں تھا......
بلکہ اس دھرتی کے چودہ کروڑ عوام میں سے ہی میں ایک شخص تھا......
یہ عظمت تھی ان کی......
آپ ذرا غور کیجیے...... ایک اجنبی کو کون اس طرح گلے لگاتا ہے۔ مرحبا کہتا ہے!
اسی لیے کہا ہے نا...... بھائی......
آپ تنہا نہیں ہوئے...... ان گنت لوگ ان کے جانے سے تنہا ہو گئے ہیں......
جس معاشرتی Set up میں ہم سانس لے رہے ہیں...... وہاں اتنی قباحتیں ہیں کہ دم گھٹتا ہے......
اور تازہ ہوا کے جھونکے کے لیے ہم عطاء المحسن شاہ صاحب کے پاس جایا کرتے تھے......
ایسے ہی لوگوں سے مل کر زندگی کی زندہ قدروں پر اعتبار قائم ہوتا ہے۔ میں رسمی خط لکھ سکتا تھا......!
لیکن نہیں......! " تسلی اس تحریر سے بھی نہیں ہو رہی...... لیکن پوسٹ کر دوں گا...... "

ایک خوشخبری سنانی تھی سید عطاء المحسن شاہ صاحب کو...... بس خط لکھنے میں جیسے ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں...... دیر ہو گئی...... خوش خبری " نقیب ختم نبوت " کے حوالے سے تھی......

چند ماہ بیشتر " نقیب ختم نبوت " کے شمارہ نمبر ۹ جلد نمبر ۱۰، ستمبر ۱۹۹۹ء " میں محترم " عبدالشہید سلمان " کا ڈاڑھی کے موضوع پر ایک مضمون شائع ہوا یہاں ہمارے ادارے میں دو ساتھی خالق داد اور شوکت علی شاہ نے نقیب ختم نبوت " کے مطالعے کے دوران وہ مضمون پڑھا...... اور اسی مضمون اور نقیب ختم نبوت " کی برکت سے اللہ نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کی توفیق عطا کر دی...... اور انہوں نے ڈاڑھی رکھ لی......

نومبر کے پہلے ہفتہ میں، میں نے انہیں اس سنت رکھنے کی خوشی میں اپنے غریب خانے پر مدعو کیا تھا۔ دوپہر کا کھانا انہوں نے میرے ساتھ کھایا۔ دونوں کا کہنا تھا...... کہ عطاء المحسن شاہ صاحب کو اطلاع کر دی جائے کہ ان کے رسالے " نقیب ختم نبوت " کی برکت سے اللہ نے ہمیں ڈاڑھی رکھنے کی توفیق عطا کر دی ہے...... اب یہ اطلاع آپ اور بھائی کفیل شاہ صاحب کے نام...... اور محترم عبدالشہید سلمان صاحب کے نام......
میری طرف سے بھائی کفیل شاہ صاحب، اہل خانہ، تمام احباب، دوستوں اور متعلقین سے تعزیت کیجیے گا۔
خدا رب العزت سب کو صبر جمیل عطا کریں...... "

فقط والسلام
آپ کا بھائی حامد سراج،
چشمہ بیراج (ضلع میانوالی)

ابو میسون اللہ بخش احرار

قحط الرجال

جاتے ہو نے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خوب، قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

میرے محسن، میرے مربی، میرے دوست، میرے غم خوار، میرے محبوب حضرت سید عطاء المحسن بخاری میری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ میں پریشان ہوں، میں ایک گہری سوچ میں گم ہوں کہ ابھی وہ آئیں گے، کہیں سے ان کی صدائے بازگشت سنائی دے گی۔ اور مخصوص انداز میں تلاوت قرآن سے مسحور کردیں گے ...... مگر وہ تو دار بقاء کو روانہ ہو گئے۔ کیا وہ مجھے کبھی نہیں ملیں گے۔؟ ان سے ملاقات کبھی نہ ہو گی۔؟ وہ میری بے ترتیب باتیں، میری پریشان حال گفتگو سن کر مجھے حوصلہ عطا کرنے والے، میری آنکھوں سے آنسو پونچھ کر مجھے مسکراہٹیں بخشنے والے، میرے مونس و مہربان کبھی نہیں ملیں گے؟ ...... میں ان کا ذکر کیسے اور کہاں سے شروع کروں۔؟ شاہ جی کے بغیر زندہ رہنا بے وجہ کا جینا لگتا ہے۔ مگر قدرت کے اٹل فیصلے کو ماننے بنا چارہ نہیں۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا کہ میں اپنی اندھیر نگری میں وہ روشن کرن کہاں سے لاؤں۔

مجھے یاد ہے آج سے ۲۰ سال قبل شادن لنڈ (ضلع ڈیرہ غازیخان) کی جامع مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد ایک صدا نے بے باک گونج رہی تھی۔ اور جمہوریت کے کافرانہ و مشرکانہ نظامِ ریاست کی بیخ کنی ہو رہی تھی۔ اور وہ مردِ قلندر قرآن کی آیت کریمہ کی تلاوت کر رہا تھا۔ ان الحکم الاللہ امر الا تعبدو الا ایاہ رات کے سناٹے اور حجازی لے میں جب تلاوت شروع ہوئی تو مجمع پر سحر طاری ہو گیا اور یوں محسوس ہونے لگا جیسے ابھی آسمان سے یہ کلامِ الٰہی اتر رہا ہے۔ پہلی بار وہاں شاہ جی کے خطاب سے مجھے جمہوریت کا باطل اور کافرانہ نظامِ حکومت ہونا سمجھ میں آیا۔

ان سے محبتوں بھرا تعلق بیس سال پرانا ہے۔ میرے نہاں خانۂ دل میں ان کے خلوص و محبت سے مہکی یادوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ مگر میں بیان کرنے اور لکھنے سے بالکل قاصر ہوں۔ اب زندگی میں اندھیرا نظر آتا ہے مجھ سے میری روشنی چھن گئی۔ انہوں نے مجھے، ایک میں کیا.... مجھ جیسے ہزاروں لوگوں کو، شعور بخشا، عقیدہ دیا، علم و آگہی سے آشنا کیا۔ مسلمان بنایا۔ زندہ رہنے کا ڈھنگ سکھایا۔ مجھے میرے شاہ جی نے طہارت کرنے کے آداب سے لے کر اسلامی عقائد و نظریات سے آگاہ کیا۔

شاہ جی حق گو بے باک جری انسان تھے۔ انہوں نے حضرت امیر شریعت کے فرزند ہونے کا حق ادا کیا۔

اصولوں پر کبھی سمجھوتا نہیں کیا۔ غیرت اور جرأت سے زندگی گزاری۔ اور ملک میں جب تمام اجارہ دار مذہبی قوتیں مجلس احرار اسلام کو نیست و نابود کرنے کے درپے تھیں اس وقت واحد انسان شاہ جی تھے کہ بقاء احرار کے لئے سینہ سپر ہوگئے، تن تنہا مقابلہ کیا اور پورے ملک کے دورے کر کے مجلس احرار اسلام کی نشاۃ ثانیہ کو ممکن بنایا۔ عقیدۂ ختم نبوت کےلیے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ توحید، ختم نبوت، عظمت صحابہ کےلیے اپنے آپ کو وقف کیے رکھا۔

میرے ساتھ شاہ جی کو خاص انس تھا میرے تمام اہلِ خانہ کے ساتھ شفقت فرماتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ شاہ جی کے اوجھل ہوجانے سے میرا گھر اجڑ گیا ہے۔ ۲۱ نومبر سے اب تک مجھے لمحہ بھر کے لیے بھی سکون نصیب نہیں ہوا۔ میں یہی سوچتا رہتا ہوں کہ شاہ جی کہاں چلے گئے۔ ابھی چند سال قبل ظہر کی نماز کے لئے وضو کرتے وقت میری بیٹی کو فرمارہے تھے۔ ''چل میرے گھر، تمہیں اپنی بیٹی بنا کے رکھوں گا۔'' پھر ایک وقت آیا کہ اسی بیٹی کی تعلیم کے لئے مجھے بلا بلا کر نصیحتیں کیا کرتے۔ ایک روز فرمانے لگے ''مجھے علم ہے تمہارے اعزہ و اقارب کا جو تمہارے ساتھ سلوک ہے۔ ان بچیوں کا ولی وارث میں ہوں۔ تمہاری بچیوں کی ڈولیاں دار بنی ہاشم سے اٹھائی جائیں گی۔'' اور اب میں پکار رہا ہوں، بلکان ہو رہا ہوں کہ میری بیٹی کی ڈولی کو سہارا دینے والے، میرے غم گسار، میرے قائد کیوں روٹھ گئے ہو؟ آج کا دن کتنا سیاہ ہے کہ آپ کی ڈولی ہم جیسے ناتواں کاندھوں کو اٹھانی پڑ رہی ہے۔ کیسا عجب قانون ہے کہ اپنے ہاتھوں اپنے ہی محبوب کو منوں مٹی کے حوالے کرنے جارہے ہیں۔

شاہ جی کی علالت تو بہت پرانی تھی مگر اس سال بیماریوں نے شاہ جی کو گھیر لیا۔ گاہے گاہے ملنے جایا کرتا یا کبھی خود شاہ جی فون کر کے مجھے کسی کام کے بہانے بلا لیتے تو وہاں ان کی محفل سے اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اور آج دیکھیے جو شخص زندگی میں اپنی مسحور کن گفتگو اور زعفرانی ماحول سے آنے والوں کو اٹھنے نہیں دیتا تھا آج اللہ کی مخلوق دیوانہ وار ٹوٹ رہی ہے۔ لوگ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں ہر شخص اپنے دوست، مونس، اور مخلص انسان کی جدائی پر تڑپ رہا ہے۔ مگر وہ تو گہری نیند سو چکا ہے۔ وہ شخص لوگوں کو گواہ بنا کر بڑی بہادری سے، بہت انوکھے انداز میں، موت کی آنکھیں چار کرتا ہوا سفرِ آخرت کو روانہ ہوا ہے۔ یہ ایک بہادر سپاہی کی موت اور ایک انوکھے جرنیل کی موت ہے۔ میرے شاہ جی، ابدالآباد کو چلے گئے۔ وہ جاتے ہوئے ایک زندہ پیغام، زندہ نصب العین، اور زندہ وراثت چھوڑ گئے ہیں۔ ہماری وفاداریاں ان کے مشن کے لئے مختص ہیں۔ ہم ان شاء اللہ آپ کے جاری کردہ مشن کو مکمل کریں گے۔ اور وقت آنے پر مجلس احرار کے لئے جان بھی قربان کر دیں گے۔

ابن امیر شریعت، امیر احرار
حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کی آخری دو نظمیں

تمنا

تمناؤں کے صحرا میں کھڑا ہوں
تمناؤں کا دریا سامنے ہے
تمنا ایک مجھ میں بھی بسی ہے
مگر یہ بے بسی سی بے بسی ہے
قدم اب ڈولتے ہیں
سانس بھی اکھڑی ہوئی ہے
ریت بھی پاؤں کے نیچے سے کھسکتی جا رہی ہے

انتقال سے پانچ روز قبل
ہفتہ ۶، نومبر ۱۹۹۹ء (چار بجے شب)
نشتر ہسپتال۔ ملتان

"حیاتِ جاوداں کا استعارہ"

بہت تنہا، بہت بیمار جیون ہے ہمارا
رویوں میں خلوص و صدق کے پیاسوں
ہم ایسوں نے
جہاں سارے کا سارا چھان مارا
اب آ پہنچا نظر کے سامنے منزل کنارا
ہمیں قیوم رب کا اک اشارہ
حیاتِ جاوداں کا استعارہ
بہارِ جلوہ اش روشن ستارہ
خدا کا شکر ہے کہ وہ
خداوندِ تعالیٰ ہے ہمارا!

انتقال سے تین روز قبل
منگل، ۹ نومبر ۱۹۹۹ء (بوقت سحر)
نشتر ہسپتال ملتان)

بیاد امیر احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

میرے بس میں تو کچھ نہیں ہے

کئی دنوں سے ہوا کی دستک تو سن رہا تھا
میرا تیقن کہ دھوپ نگری میں سبز موسم اتر رہا ہے
مری دعا باریاب ہوگی
محبتوں کی ہمیشگی کی
حیات تازہ کی آرزو کی
نزار موسم میں برکھا رُت کی
مجھے یقیں تھا کہ میرا دلبر
گلیم فقر و غنیٰ لپیٹے
جلال و عزمت کے راستوں پر نکل پڑیگا
کلام حق کی فصاحتوں سے عدوئے دیں کو بھسم کریگا
وہ اپنے جذب نہاں کی شمشیر بُرِ حشم سے
منافقت کا سر تکبر قلم کریگا
مگر یہ معلوم اب ہوا ہے، ہوا نے دکھو کہ دیا تھا مجھ کو
مری دعائیں تو مر چکی ہیں۔ گلاب فصلیں اجڑ چکی ہیں
محبتیں تو بجھ چکی ہیں
حیات تازہ کی آرزوئیں بکھر چکی ہیں
اجل کے پیغام بر کو دیکھو
وہ میرے گھر کی آن اور عظمت، آن اور رونق کو لے گیا ہے
مرا برادر نئے جہاں کو چلا گیا ہے
گواہی لے کر، گواہی دے کر
کہ "میرا ایمان سب سے اعلیٰ، عظیم تر ہے"
مرے مربی، اے میرے محسن، عطائے محسن!

ترے کرم کی کہانیاں کس طرح سے لکھوں
میں تیری شب خیزیوں کی باتیں سناؤں کیسے
میں اپنا احوال کس سے چھیڑوں
بدن تو زندہ ہے روح لیکن فغاں بہ لب ہے
میں کیسے کہہ دوں وہ شخص رعنا یہاں نہیں ہے
کہ میرے بس میں تو کچھ نہیں ہے

سید محمد یونس بخاری
۱۴ نومبر ۱۹۹۹ء ملتان
بر مزار حضرت سید عطاء المحسن بخاری

خالد شبیر احمد

حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ کی یاد میں

سازِ دل پہ تھا تیرے سوزِ دروں سحاب
خود آگہی نے بخشا تجھے درد و اضطراب

شدت جنوں کی تیرے قلم کی تھی آبرو
ہر حرف تیرا شوکتِ اسلام کا تھا باب

تقریر تیری آبشارِ جذب و کیف تھی
تحریر تیری شوکتِ جنوں کی اک کتاب

تیرا قدم قدم نیا اک عہد آفریں
لاؤں کہاں سے ڈھونڈھ کے تیرا کوئی جواب

تیرے ارادے بے بدل اور عزم پر شکوہ
مجنوں جنوں کی وادی میں تھا تیرا ہم رکاب

تو گلشنِ احرار کی بہار جاوداں
روشن تیرے وجود سے جہانِ انقلاب

تیرا شباب سطوتِ اسلام کا امیں
تیری کہولت . عظمتِ اسلام کا شباب

لہجے میں تیرے میرِ شریعتؒ کا طمطراق
بہتا ہو علوم درخشاں کا تو چناب

تیری جدائی پر ہوا ہر شخص اشکبار
رحلت پہ تیری سرنگوں، مہتاب و آفتاب

لاریب تیرے دم سے ہے روشن ضمیر شوق
پیتے ہیں تیری یاد کی ہر دم شرابِ ناب

رقصاں تیرے لبوں پہ تھی لفظوں کی چاندنی
ڈھلتے تھے کیا بہار میں نغموں کے سب سراب

نقشِ قدم پہ تیرے رکھا میں نے ہر قدم
ہر دم ہے میرے سامنے تیرا جنوں نصاب

محسنؒ سا اب ملے گا مجھے راہ بر کہاں
وہ بے مثال شخص تھا عالم میں انتخاب

نقشِ جمیل تیرا میری جاں پہ عکس ریز
جیسے کہ جوئے آب پر ہو چاند محوِ خواب

شاہ تو نشانِ عظمتِ انساں تھا دوستو!
اور آبروئے گلشن و سرو و سمن گلاب

احرار کے جنوں کا تھا، تو شہپرِ شعور
کاوش سے تیری شہرِ تمنا کی آب و تاب

رحلت پہ تیری غمزدہ گو دل گرفتہ ہیں
نوچیں گے پھر بھی چہرۂ ظلمت سے ہم نقاب

یہ عہد تیری روح سے کرتے ہیں برملا
جھپٹے گا ظلم و کفر پہ احرار کا عقاب

بنتا ہے جس کے فیض سے ہر مرد، مردِ حُر
خالد کو ہے نگاہِ بخاریؒ سے انتساب

۲۸ نومبر ۱۹۹۹ء دفتر احرار لاہور

تعزیتی پیغامات و بیانات

جناب محمد رفیق تارڑ (صدر مملکت، پاکستان)

سید عطاء المحسن بخاریؒ نے ایک عالم دین، مبلغ، خطیب اور سکالر کی حیثیت سے گراں بہا خدمات سر انجام دیں۔ عمر بھر زبان و قلم اور کردار و عمل کے ذریعہ سے دین حق کی سر بلندی اور اسلامی تعلیمات کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ بلاشبہ انہوں نے اپنے عظیم والد کی روایت کو زندہ رکھا اور ساری زندگی اعلیٰ دینی مقاصد کے لیے وقف کیے رکھی۔ ان کے انتقال سے جو خلا پیدا ہوا ہے، اسے پر ہونے میں وقت لگے گا۔

قرآن و سنت کی ارفع تعلیمات کے فروغ کے لیے ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

قاضی حسین احمد

مولانا سید عطاء المحسن بخاری امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی نشانی تھے انہوں نے اپنے عظیم والد کی روایات کو قائم رکھنے، تحفظ ختم نبوت اور نفاذ اسلام کے لئے گراں قدر جدوجہد کی۔ اس سلسلے میں ان کی خدمات تادیر یاد رکھی جائیں گی۔

نوابزادہ نصر اللہ خان (سربراہ جی ڈی اے)

ملک ایک ممتاز خطیب اور عالم سے محروم ہو گیا ہے۔ مرحوم کے خاندان کا گزشتہ ۵۰ برسوں کے دوران تحفظ ختم نبوت اور اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد میں ناقابل فراموش کردار رہا ہے۔

مولانا فضل الرحمان (امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان)

ان کی دینی، قومی اور تحریکی خدمات بالخصوص عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور مرزائیت کے استیصال کے لئے جرأت مندانہ اور شاندار کردار زبردست خراج تحسین پیش کرنے کے قابل ہے۔

مولانا محمد نافع (محمدی شریف، جھنگ)

مرحوم اپنے خاندان کے نہایت لائق فائق فرد تھے۔ حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور یادگار کم ہو گئی۔

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لندن)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی ایک دوسری یادگار بھی آسودۂ خاک ہوئی۔ یعنی سید عطاء المحسن صاحب کی بیماری انہیں لیجا کر ہی مانی۔ ادھر نقیب ختم نبوت میں ان کے جو مضامین آ رہے تھے، ان سے تو نہیں لگتا تھا کہ ان کی بیماری نے ان کو اپنے وقت کے کچھ ایسا قریب پہنچا دیا۔

مولانا مجاہد الحسینی (مدیر "صوت الاسلام" فیصل آباد)

حضرت امیر شریعت کے جانشین ثانی نے نوعمری میں ہی بہت سلیقے قرینے اور ماہرانہ قیادت کے

ساتھ مجلس احرار اسلام کے نام، کام اور مشن کو نہایت صبر آزما اور ناگفتنی حالات میں زندہ رکھا اور اسے مقبول عام بنانے کی سعی کی۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لیے ان کی عظیم الشان خدمات تاریخ ملت کے صفحات میں سنہری عنوان کے ساتھ ہمیشہ درخشاں رہیں گی۔ان کی اصابت فکر و نظر اور استقامت علی الحق، اس دور پر فتن میں عطیۂ خداوندی تھی۔ ان کے تحریری اسلوب میں مولانا ابوالکلام آزاد اور چودھری افضل حق کے انداز کی جھلک نمایاں تھی۔

محمد اکرم راہی (گلاسگو)

انتقال کی خبر سن کر، شاہ جی کے ساتھ گزرے لمحے یاد آنے لگے۔ جب وہ برطانیہ تشریف لاتے تو قادیانی ٹولہ پریشان ہو گیا۔ شاہ جی نے برطانیہ کے طول و عرض میں مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت بیان فرمائی اور حضرت امیر شریعتؒ کی یاد تازہ کر دی۔

مولانا زاہد الراشدی (سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل)

وہ اپنے عظیم والد کی روایات کے امین اور جرأت و استقلال کا پیکر تھے انہوں نے جس حوصلہ کے ساتھ "احرار" کی شیرازہ بندی کے لیے محنت کی اور جس بلند آہنگی سے اپنے اسلاف کے مشن کی آواز لگائی وہ یقیناً احرار کی تاریخ میں نمایاں مقام کی حامل ہے۔ انہوں نے تحریر و تقریر کے ذریعے باطل قوتوں اور اسلام دشمن لابیوں کو تسلسل کے ساتھ للکارا۔ ان کی وفات کا صدمہ بھی بجا مگر اس سے زیادہ صدمہ اس بات کا ہے کہ اس وضع اور ڈھب کے لوگ اب ناپید ہوتے جا رہے ہیں اور مصلحت پر فرض کو ترجیح دینے والوں کی تعداد بتدریج کم ہوتی جا رہی ہے۔

مولانا محمد اسحٰق بھٹی: (ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور)

شاہ صاحب نہایت خوش مزاج اور مخلص ترین دوست تھے۔ اپنے والد عالی مرتبت کا صحیح نمونہ! اب اس قسم کے لوگ کہاں ملیں گے۔ یہ دنیا تیزی کے ساتھ اچھے لوگوں سے خالی ہو رہی ہے اور ان کی جگہ جو نسل آ رہی ہے وہ مسلمان معاشرے کو معلوم نہیں کس گڑھے میں گرنے کا باعث بنے گی۔ شاہ صاحب، ہم سب کی متاع تھے۔

حافظ احمد شاکر: (مدیر ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور)

قحط الرجال کے اس دور میں ان کی کمی بہت زیادہ محسوس ہو رہی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ وہ ہم خوردوں کے لیے سراپا شفقت اور شجر سایہ دار تھے۔

محمد اسلم چنیوٹی (ہفت روزہ الاعتصام لاہور)

سید مرحوم بہت ہی پیاری شخصیت تھے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے عظیم سپاہی اور جاں نثار تھے۔ ان کے جانے سے ایک علمی، ادبی روحانی محفل سونی ہو گئی ہے۔

قاضی محمد ارشد الحسینی (جامعہ مدنیہ اٹک شہر)

حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود مسعود اس پُرفتن دور میں تمام امت کے لیے بالعموم اور علماء حق کے لیے بینارۂ نور تھا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی (سیکرٹری جنرل انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ)

مولانا سید عطاء المحسن بخاری اپنے والد حضرت امیر شریعت کی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت تو خاص کر ان کی مسحور کن تھی۔ جمہوریت کے خلاف ان کی تقریریں اور تحریریں یاد رہیں گی۔ کلمہ حق ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ ان کے انتقال سے شدید صدمہ پہنچا ہے۔ ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے جس کا پُر ہونا مشکل ہے۔

مولانا محمد عبداللہ: (امیر جمعیت علماء اسلام پنجاب)

مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا۔ ساری عمر دین کی خدمت کرتے رہے۔ اپنے لیے انہوں نے جو راستہ دین کی خدمت کا منتخب کیا دمِ واپسیں تک اسی پر قائم رہے۔ حالات اور ان کی مشکلات سے ان کا حوصلہ پست نہیں ہوا۔ بیماری کی شدت میں بھی تبلیغ نہیں چھوڑی۔ ان کی تقریر میں قرآن مجید سن کر حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات قبول اور درجات بلند فرمائے (آمین)

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی (مدیر مدرسہ انوار مدنیہ، مانسہرہ، سرحد)

شاہ جی علماء کے سرتاج تھے۔ ان کی جدائی اہلِ حق کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔

پیغامات تعزیت

برکۃ العصر حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر (گوجرانوالا) مولانا محمد مکی حجازی (مدرس حرم مکہ مکرمہ) مولانا عبدالرشید ارشد (مدیر ماہنامہ "الرشید" لاہور)، مولانا سمیع الحق (اکوڑہ خٹک) مولانا علی شیر حیدری سپاہ صحابہ) میاں محمد شریف (سابق وزیر اعظم کے والد) نیم حمزہ (معطل رکن قومی اسمبلی)، یوسف رضا گیلانی (سابق سپیکر قومی اسمبلی) نوابزادہ منصور احمد خان (سابق صوبائی وزیر پنجاب) مولانا محمد اکرم اعوان (امیر تنظیم الاخوان) پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی (حویلیاں ہزارہ) مسعود شورش (ایڈیٹر چٹان) کمانڈر اویس خان (حرکۃ المجاہدین آزاد جموں و کشمیر)

پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی

کلمات تعزیت

سید عطاء المحسن بخاری دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک اچھا شخص، بہت

اچھا شخص، جو اپنے اوصافِ عالیہ کے سبب مقبولیت اور ہر دل عزیزی کے ارفع مقام پر متمکن تھا۔ ہمارے درمیان سے اٹھ گیا۔ لیکن شاہ صاحب جیسے لوگ مر کر بھی زندہ رہتے ہیں اور ہمارے دلوں میں مستقلاً آباد رہتے ہیں۔

اے ہمنفسانِ محفلِ ما رفتید و لے نہ از دلِ ما

ایک تو اس پہلو سے دیکھیئے کہ انہیں نسبت کس عظیم و جلیل شخصیت سے تھی اور وہ کس باپ کے بیٹے تھے، دوسرے خود ان کا اپنا وجود محاسن و محامد کے کس سانچے میں ڈھلا ہوا تھا اور باپ کی عظیم تربیت گاہ میں پل بڑھ کر وہ کن افکار و اعمال کا سرچشمہ اور مظہر بن گئے تھے، یہ سارے قدرتی عوامل سید عطاء المحسن بخاریؒ کو ہمارے دین، تہذیب اور ثقافت کی ایک ''تاریخی عظمت'' کے طور پر زندہ رکھیں گے۔

وہ سراپا ایک فیضان تھے۔ لوگ ان کی بارگاہ میں آتے اور ان کی صحبت میں بہت کچھ استفادہ کرتے تھے۔ ان کے اخلاق سے، ان کے مواعظ سے انکی گفتگو سے حتی کہ ان کی خاموشی سے بہت سی تہذیب و شائستگی اخذ کرتے تھے۔

امیر شریعت کا بیٹا! انہی کی مسند ارشاد پر بیٹھ کر لوگوں کو علم و اخلاق اور دین و دانش کی نعمتیں تقسیم کر رہا تھا اور لوگ ان کے وجود میں امیر شریعت کی تجلیات دیکھتے اور ضیاء ریزیوں اور جلوہ پاشیوں سے دامانِ طلب بھرتے تھے ان کے دم سے وہی مسند آباد اور وہی فیضانِ نظر زندہ تھا اور اب جبکہ عطاء المحسن نہ رہے، ایسا لگتا ہے کہ وہ تمام جمالِ نظر افروز پسِ حجاب چلا گیا ہے۔ تاہم یہ مرکز کسی نہ کسی شکل میں آباد رہے گا اور وہ جمال ظہور کرتا ہی رہے گا!!

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

مرورِ زمانہ کے چند لمحات میں مجھے یہ سعادت میسر آئی تھی کہ میں نے انہیں فارسی کی تعلیم دی تھی۔ وہ میرے ''دبستانِ السنۂ شرقیہ'' میں فارسی فاضل کی کلاس کے طالب علم رہے تھے۔ وہ لمحاتِ سعید تو گزر گئے لیکن شاہ جیؒ کے دل میں ''عظمتِ استاذ'' کا جذبہ ہمیشہ برقرار رہا۔

میں جب ان سے ملنے جاتا تو اس عالم زمانہ اور فاضل روزگار شخص میں ''طالب علمانہ'' آداب پیدا ہو جاتے اور وہ نہایت مودبانہ خاموشی کے ساتھ میری گفتگو سنتے رہتے۔ اور میری خام اور ناقص باتوں پر بھی فرماتے، ''بجا ارشاد ہوا۔ سچ فرمایا''۔ یہ کلچر اب کہاں۔ تیزی کے ساتھ اقدار بدل بلکہ بگڑ رہی ہیں، شاہ جیؒ ہماری عمارت اقدار کا ایک مضبوط ستون تھے!

اللہ تعالیٰ انہیں روحانی مراتب کی رفعتوں سے نوازے اور ان کے وابستگانِ دامن کو ان کے تابندہ نقوشِ قدم پر زندگی گزارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

قاری عبدالجلیل (ٹیکسلا) علماء حق کا قافلہ ایک عظیم مجاہد سے محروم ہو گیا

ناموس صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دفاع کے لیے حضرت شاہ جی نے زبردست محنت کی۔

تعزیت کے لیے تشریف لانے والے زعماء

جمعیت علمائے اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمن، مولانا عبدالمجید ندیم، مولانا مطیع الرحمن درخواستی، مولانا فضل الرحمن درخواستی

جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد، نائب امیر پروفیسر عبدالغفور احمد، لیاقت بلوچ، مولانا عبدالمالک (شیخ الحدیث، منصورہ، لاہور) مولانا گوہر رحمن (شیخ التفسیر، جامعہ اسلامیہ، مردان) **مجلس تحفظ ختم نبوت** کے نائب امیر مولانا محمد یوسف لدھیانوی، ناظم اعلیٰ مولانا عزیزالرحمن جالندھری مجلس کے مرکزی رہنما صاحبزادہ طارق محمود، مولانا اللہ وسایا۔ مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا بشیر احمد۔

سپاہ صحابہ کے صدر مولانا محمد اعظم طارق، سیکرٹری جنرل ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صوبائی صدر پنجاب مولانا محمد احمد لدھیانوی، مرکزی نائب صدر خلیفہ عبدالقیوم

علماء مشائخ میں سے علامہ ڈاکٹر خالد محمود (مانچسٹر۔ برطانیہ) مولانا عبدالواحد مہتمم جامعہ حمادیہ کراچی، مفتی عبدالستار، (صدر مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان شیخ الحدیث مولانا نذیراحمد جامعہ امدادیہ۔ فیصل آباد) مولانا بشیر احمد الحسینی (شورکوٹ) مولانامہر محمد (میانوالی) مولانا منظور احمد (استاد الحدیث خیر المدارس ملتان) صاحبزادہ عزیزاحمد خلف اکبر حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ، مفتی عبدالقادر (ڈیرہ غازیخان)

مجلس علمائے اہل سنت کے امیر مولانا عبدالغفور حقانی مولانا عبدالرحمن رائے پوری (برادرزادہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ)(صاحبزادہ عبدالقادر رائے پوری خلف الرشید حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ)

مسلم لیگ کے رہنما مخدوم جاوید ہاشمی (سابق وفاقی وزیر) حافظ محمد اقبال خان خاکوانی (سابق صوبائی وزیر) مخدوم سید عبداللہ شاہ بخاری (معطل ایم پی اے پنجاب)

پاکستان سرائیکی پارٹی کے صدر بیرسٹر تاج محمد خان لنگاہ

ادباء شعراء میں محمد اظہار الحق (اسلام آباد) سید انیس شاہ جیلانی (صادق آباد) سید سلمان گیلانی (شیخوپورہ)

شذرات تعزیت

روزنامہ "خبریں" لاہور

دین اسلام، توحید، عقیدۂ ختم نبوت، عظمت صحابہ اور استحکام پاکستان کے لئے سید عطاء المحسن بخاری کی خدمات آئندہ نسلوں کے لئے نشانِ راہ ثابت ہوں گی۔ ان کی تحریروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی تڑپ ہر کوئی محسوس کرتا تھا۔ مرحوم اپنی ذات میں انجمن تھے۔ ان کی وفات کے ساتھ، ملتان سے حریت فکر کا ایک دور رخصت ہو گیا۔

روزنامہ ''پاکستان'' لاہور

اپنے عظیم والد کے نقش قدم پر انھوں نے اپنی زندگی تبلیغ و اشاعت دین کے لیے وقف رکھی۔ تحریک ختم نبوت میں قائدانہ کردار ادا کیا اور مجلس احرار اسلام سے وابستہ کارکنوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع رکھا۔

روزنامہ ''چٹان'' لاہور

وہ بہت سی علمی و ادبی اور دینی و روحانی روایات کے امین تھے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت ان کے رگ و پے میں لہو کی طرح شامل تھی۔ مرحوم نے اپنی ساری زندگی دنیاوی آسائشوں کی خواہش کے بغیر ایک درویشانہ اور قلندرانہ اسلوب کے ساتھ گزاری۔ وہ علم صحافت اور فنِ خطابت کے تیور شناس اور ایک اچھے ادیب و شاعر تھے۔ وہ ملکی سیاست سے عملاً وابستہ نہ ہوئے لیکن قومی اور سیاسی حالات کا گہرا ادراک رکھتے تھے۔ پاکستان اور اسلام کی عظمت و سربلندی کے لیے ان کے خیالات و عقائد کا چراغ، ان کی زندگی کے آخری سانس تک، ان کی روح کے نہاں خانوں میں روشن رہا۔

ماہنامہ ''المحسن'' لاہور

ایک بیباک باپ کے نڈر فرزند تھے۔ وقت کے حکمرانوں کو للکارنا ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ کوئی کتنا ہی بڑا جابر کیوں نہ ہو، وہ ان کو حق گوئی سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ ان کی زندگی جہدِ مسلسل سے عبارت تھی۔ ان کا دنیا سے اٹھ جانا علمی دنیا کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔

ماہنامہ ''تجلیات حبیب'' چکوال

وہ ایک درویش خدامست تھے۔ انہوں نے ساری زندگی اعلاء کلمۃ اللہ بلند کرتے ہوئے گزاری۔ ان کے انتقال سے اسلامیانِ پاکستان کو عظیم نقصان ہوا ہے۔ جن افراد امت کی انہوں نے نظریاتی تربیت فرمائی ہے۔ اللہ پاک انہیں آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی

موصوف ظاہری و باطنی علوم کی دولت سے مالامال، جرأت، شجاعت، دلیری، حق گوئی، حاضر جوابی اور خودداری میں اپنی مثال آپ تھے۔

ہفت روزہ ''فاتح'' کراچی

مرحوم بے لوث، عاجز طبیعت کے مالک تھے۔ کبھی دل میں مال و دولت کی حرص نہ آئی۔ کسی سیاست دان، حکمران، وڈیرے، جاگیردار کے کاسہ لیس نہ رہے۔ ہمیشہ سادگی اور قناعت پسندی کا مظاہرہ کیا۔ دنیاوی مال و اسباب پر توجہ نہ دی، آخرت بنانے اور سنوارنے کے لیے وقف رہے۔ انہیں جب اور

بقیہ ص 40 پر

مولانا محمد مغیرہ (خطیب مسجد احرار چناب نگر)

رمضان المبارک برکتوں بھرا مہینہ

کہنے کو تو کہا جا سکتا ہے کہ دنوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہر دن سورج چڑھتا ہے دوپہر ہوتی ہے ظہر و عصر کا وقت اور پھر اپنے وقت پر سورج غروب ہونے پر رات شروع ہو جاتی ہے۔ اور راتیں بھی تقریباً ایک ہی طرح کی ہوتی ہیں نظام کائنات کے مطابق تقریباً پورے سال کے رات دن ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں مگر جس نے سب کچھ تخلیق کیا ہے اس کے ارشاد کے مطابق رمضان شریف کے دن رات پورے سال کے دن رات سے یکسر مختلف ہیں رمضان المبارک کے لمحات میں انسان کے لیے وہ کچھ منافع رکھ دیئے گئے ہیں جسکا عام انسان کبھی سوچ ہی نہیں سکتا اور وہ منافع دنیا و آخرت کو محیط ہیں جس کی اہمیت کے پیش نظر ہمارے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انتیس (۲۹) شعبان کو اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت سے خصوصی خطبہ ارشاد فرمایا جس میں رمضان شریف کی اہمیت واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عظمت والا مہینہ آ پہنچا ہے جو مبارک مہینہ ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس ماہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائے ہیں اور رات کا قیام (تراویح) سنت قرار دیا ہے اس ماہ میں اگر کوئی شخص نیک کام کرے اس کو فرض کا ثواب ملتا ہے جبکہ ایک فرض ادا کرنے سے ستر (۷۰) فرض کا ثواب ملتا ہے اس ماہ کا اول حصہ رحمت ہے دوسرا حصہ مغفرت جبکہ تیسرا حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے اس خطبہ میں آپ نے اور بھی بہت کچھ فرمایا جس سے رمضان المبارک کے مہینہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ہماری بہت بڑی خوش بختی ہے کہ ایک دفعہ پھر ماشا۔ اللہ ہماری زندگی میں رمضان المبارک کے مہینہ کی آمد ہو رہی ہے۔ مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ، بڑے بڑے نیکو کار جو رجب المرجب سے ہی رمضان شریف کی آمد اور اس کی تیاری کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں مگر جب رمضان شریف قائم ہو جاتا ہے تو آج کل پر تمام نیک کام اٹھا دیئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ آخری عشرہ آ جاتا ہے اور عید کی تیاری سر پر آ جاتی ہے رمضان کے اختتام پر اپنے آپ کو جی بہلانے کے لیے کوستا ہے کہ اتنی برکتوں والا مہینہ آیا چلا گیا۔ ہم کچھ نہ کما سکے اور یہ اپنے آپ کو کوسنا سوائے نفس کے دھوکہ کے اور کچھ نہیں ہمارے ایک نہایت ہی قریبی دوست نے ایک ایسی بات سنائی جو واقعی سبق آموز ہے کہ پچھلے رمضان شریف سے پہلے میں نے اپنے سے یہ طے کیا کہ اس رمضان شریف میں اوابین۔ اشراق خصوصیت کے ساتھ پابندی سے ادا کرونگا اور قرآن مجید کی تلاوت کا ایک پروگرام بنایا کہ کم از کم پانچ چھ دفعہ قرآن مجید ضرور ختم کرونگا جو واقعی بہت ہی تھوڑا کام ہے بڑی شدت سے انتظار تھی آخر کار رمضان کے چاند نظر آ جانے کا اعلان ہو گیا روزہ تو بہرحال فرض جو ہوا پانچ وقتہ نماز بھی خصوصیت کے ساتھ رمضان شریف میں ایک ادنی درجہ مسلمان تک کیلیے لازمی قرار پاتی ہے۔ ہاں کوئی ازلی بد بخت ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ حدایت دے اوابین تو میرے ہمیشہ ہی افطاری کے نظر ہو جاتے رہے

اور آج کل شروع کرنے کا ارادہ کرتا رہا اور نماز اشراق صبح کی نماز سحری کے اختتام کے متصل ہی پڑھ کر سو جانے کی نذر ہوتی رہی البتہ قرآن مجید کی تلاوت کا کچھ معمول بنا مگر پہلے دو عشروں میں اس نیت سے کہ آخری عشرہ میں دن رات ایک کر دونگا کی وجہ سے رفتار سست رہی جبکہ آخری عشرہ میں کچھ نہ ہو سکنے پر عید کا چاند نظر آ گیا مگر قرآن مجید ایک دفعہ بھی مکمل نہ کر سکا۔

رمضان شریف رحمت کا مہینہ ہے جو انسان کی کامیابی کا سبب بنایا گیا مگر عموماً انسان اپنی بدبختی کے بدولت ویسے کا ویسے ہی رہتا ہے کہتے ہیں شیطان کو رمضان المبارک کا چاند نظر آنے کے ساتھ ہی زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے مگر گیارہ مہینے چونکہ انسان کو مسلمان ہونے کے باوجود خداوندی حکم عدولی پر گامزن رہنے کی عادت پڑ چکی ہوتی ہے اس لیے شیطان کے زنجیروں میں جکڑ دیے جانے کے باوجود انسان پر گیارہ مہینوں کے شیطانی اثرات یوں باقی رہتے ہیں اور پھر انسان بھی خود اس طرف توجہ نہیں کرتا کہ شیطانی اثرات کو مٹا کر اتباع رسول اور اطاعت حکم خداوندی کو اپنے دل و دماغ پر نقش کر کے جسم پر دین کی تابعداری کو لاگو کرے کہ آئندہ شیطان اس طرف توجہ ہی نہ کرے اگر کرے بھی تو اس کو منہ کی کھانی پڑے مگر بسا آرزو کہ خاک شد والی بات ہوتی ہے بہر حال آج کی اس مجلس میں اس دوست کے ایک مختصر مگر فکر انگیز بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے کہ قائم ہونے والے رمضان شریف میں ہم آگے بڑھ کر بہت کچھ کر گزرنے کی تیاری کریں اور اس بات کو یقین کی حد تک اپنے اوپر جاری کریں جیسے یہ رمضان شریف ہماری زندگی کا آخری رمضان شریف ہو تو شاید ہم رمضان شریف میں کچھ کمانے پر تیار ہو جائیں وگرنہ بہت ہی مشکل ہے کہ انسان تو غافل ہی واقع ہوا ہے کہ فرشتے حکم اجل لے کر آ پہنچیں یہ تو ہم سبھی کا ایمان ہے کہ موت کا ایک دن مقرر ہے جس کو سوائے رب العزت کے اور کوئی نہیں جانتا مگر امید در امید پر ہم زندگی گذارے جا رہے ہیں کہ

آگاہ اپنی موت سے کوئی بھی بشر نہیں
سامان ہے سو برس کا پل کی خبر نہیں

اپنے آپ کو رمضان شریف میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے پر تیار کرنے کے لیے اس کا احساس دلائیں کہ گذشتہ زندگی میں کتنے گناہ ہوئے اور کس قدر نیک کام ہو سکے واضح ہے کہ جو ہم سے بدکاری ہوئی وہ تو من و عن ہمارے نامہ اعمال میں لکھی جا چکی جبکہ جو کچھ ٹوٹی پھوٹی نیکی ہم نے کمائی یا کوئی نیک کام کیا نامعلوم اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہونے کے قابل بھی ہے یا نہیں اور موت سر پر کھڑی ہے تو خود بخود تھوڑے سے احساس سے بات الم نشرح ہو جائیگی اور دماغ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائیگا کہ واقعی میرے پاس مرنے کے بعد اخروی ضرورت کیلیے کچھ بھی موجود نہیں اور طبیعت پر پورے رمضان میں کا ہے گا ہے اس احساس کو بار بار دہرائیں اللہ کرے ہم اللہ کو راضی کرنے کے لیے اس رمضان شریف میں کچھ کر سکیں اور کسی قسم کی غفلت سستی نہ ہونے پائے۔

امور دنیا بھی نبھائیں مگر قدرے ان کو موخر کر دیں کہ کام پھر بھی ہو جائیگا مگر رمضان شریف کا ملنا یقینی نہیں ہے جیسا کہ ہمارے ایک نہایت ہی قریبی ملنے والے جو راج گیری کا کام کرتے ہیں دنیاوی عیش و عشرت ان کے پاس نہیں بمشکل تمام گذر اوقات ہو رہی ہے مگر رمضان میں اکثر و بیشتر کہیں مزدوری نہیں کرتے کچھ نہ ہونے کے باعث سادہ پانی اور عام حالات کے مطابق گھر میں پکی دال روٹی سے افطاری کرتے اور شکر الحمد للہ پڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور عید الفطر پر اکثر و بیشتر دھلے ہوئے پرانے کپڑے پہن کر عید الفطر کی نماز پڑھتے خوش خوش نظر آتے ہیں آپ بھی ایسے ہی اس دفعہ رمضان شریف میں اپنے اوپر کچھ جبر کریں اور رمضان شریف کے لمحات جیسے مبارک ہیں وہ آپ کے لئے بھی مبارک لمحات ثابت ہوں۔ کہ دن کو روزہ رکھیں رات کو خوشی خوشی تراویح کی جماعت میں شریک ہوں کہ رمضان شریف میں ہمارا نام بھی اسی لسٹ میں آ جائے۔ جن کو اللہ تعالیٰ معاف فرما کر کامیابی سے ہمکنار کرنا چاہتے ہیں۔

رمضان میں روزہ کے فضائل:

رمضان شریف کے دن کا روزہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض کیا ہے مگر اس فرض کے ادا کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق مسلمان کے گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق انسان کی اصل کامیابی یہ ہے کہ مرنے کے بعد قیامت کے دن جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے نجات اور چھٹکارا مل جانے جس کے اسباب میں روزہ کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے ایک دن کا روزہ رکھا (اس کے بدلے) اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ سے اتنا دور کریں گے کہ جتنا دور کوئی شخص ستر سال تک چل کر پہنچے۔ علماء کی رائے کے مطابق یہ عام نفلی روزہ کا اجر و ثواب اور فائدہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک روزہ رکھنے سے ستر سال کی مسافت کے برابر آدمی جہنم سے دور کر دیا جائیگا جبکہ رمضان شریف کے روزہ کی قدر و منزلت اس سے کہیں زیادہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کر دے غیر رمضان کے چاہے تمام عمر روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہو سکتے۔

اس سے واضح ہوا کہ رمضان کا روزہ کتنی بڑی قدر و منزلت اور اجر و ثواب کا حامل ہے اور پھر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ ہوں۔ سبحان اللہ جس عمل کا بدلہ خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہو اس عمل کی کیا شان ہے اے کاش کوئی توجہ کرے۔

ایسے ہی ایک حدیث میں آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں روزہ دار کے لئے سفارش کریگا کہ اے اللہ میں نے اس بندہ کو دن میں کھانے پینے اور دوسری خواہشات سے روک دیا تھا لہذا میری اس بارے سفارش قبول فرمالیجئے۔ جس پر روزہ کی روزہ دار کے حق میں سفارش

قبول کر لی جائے گی (اور اس کی مغفرت کر دی جائیگی)

وہ قیامت کا دن یاد تو کرو جب کوئی کسی کا نہیں ہوگا ماں جیسی شفیق ہستی بھی اپنے بیٹے کے لئے ایک نیکی دینے کو تیار نہیں ہوگی نفسی نفسی کا عالم ہوگا اس دن اگر دربار خداوندی میں سفارشی خود پیش ہو جاتا ہے اور اس کی سفارش کو قبول بھی کر لیا جاتا ہے جس کے باعث اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے تو اس نعمت کو حاصل کرنے میں کوتاہی کیوں ہے؟

روزہ رکھنا جہاں فرض کی ادائیگی ہے وہاں انسان کی کامیابی کا ضامن بھی ہے اور جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے چھٹکارا بھی اور قرآن پاک کی زبان کے مطابق جو شخص قیامت کے دن جہنم سے بچ گیا وہی کامیاب و کامران ہے اس لئے جتنا ہو سکے شوق اور رغبت سے روزہ کی ادائیگی کریں جبکہ سردی کا روزہ تو ایک مفت کی نعمت ہے اس میں کسی قسم کی کوتاہی کرنا انسان کی بدبختی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

روزہ کے لئے رات کے آخری چھٹے حصہ میں سحری کھانا بڑے اجر کا عمل ہے کہ سحری کھانے والے پر اللہ تعالی اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں بہتر ہے جتنا ہو سکے سحری کو موخر کیا جائے تاہم صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے سحری ختم کر دی جائے۔

گناہوں سے ہر حال میں اجتناب کرنا ضروری ہے تاہم رمضان شریف میں بدرجہ اولی ضروری ہے کہ رمضان شریف کے ساتھ گناہوں کا جوڑ نہیں اس لئے رمضان شریف میں صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچنا ضروری جانیں نیز فضول گپیں لگانا قوالی یا گانا سننا تاش سے دل بہلانا گالی دینا یا اس قسم کے فضول امور کے بجالانے سے روزہ کے اجر و ثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

سورج کے غروب ہونے کے فوراً بعد کھجور سے روزہ افطار کرنا افضل ہے کھجور نہ ملنے کی صورت میں سادہ پانی سے روزہ افطار کرنا بہتر ہے روزہ کے افطار کا وقت بڑا قیمتی ہے۔ افطار کے وقت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ تمام اہل خانہ کو جمع کر کے دعاء میں مشغول ہو جایا کرتے تھے کہ اس وقت دعاء قبول ہوتی ہے۔

جو لوگ نہ حل ہونے والی پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں وہ خصوصیت کے ساتھ اس وقت کو غنیمت جانیں اور اللہ سے عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعاء کا اہتمام کریں۔

تراویح:

دن کے روزہ سے فارغ ہوتے تو رات میں ایک عمل مبارکہ دین کی طرف سے ہمیں ملا جس کو عرف شرع میں تراویح کہتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد بیس رکعات نماز دس سلاموں کے ساتھ جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے اور اس میں کم از کم ایک مرتبہ مکمل قرآن مجید سننا یا سنانا ضروری ہے۔ مگر قرآن سنانے والے کا انتخاب کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے والا ہو اجرت کا طالب نہ ہو داڑھی منڈا یا داڑھی کترنے والا نہ ہو داڑھی کترنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے بعض حفاظ رمضان شریف آتا دیکھ کر داڑھی بڑھا لیتے ہیں شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں نیز اگر داڑھی

منڈے یا داڑھی کترنے والے نے اللہ کی توفیق کے ساتھ داڑھی مکمل رکھنے کی نیت کر لی ہے پھر بھی جب تک اس کی داڑھی شرعی حکم کے مطابق پوری نہ ہو (صرف نیت کر لینے سے) اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور شرعی مسائل میں اٹکل پچو لگانا مداخلت فی الدین کے مترادف ہے جو بہت بڑا ظلم ہے اگر اجرت کے بغیر تراویح پڑھانے کے لئے کوئی حافظ میسر نہیں آ رہا تو پورا قرآن مجید سننے سے بہتر ہے آخری چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھ لی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان شریف کی راتوں کو ایمان کے ساتھ ثواب کا یقین کرتے ہوئے قیام کیا اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ بعض لوگ روزہ تو رکھتے ہیں مگر تراویح میں عمداً غفلت یا سستی کرتے ہیں ان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنا کتنا نقصان کر رہے ہیں۔ دن کا روزہ اور رات کو تراویح ایسے عمل ہیں کہ جن پر گذشتہ گناہوں کی معافی کی خوش خبری نبی آخر الزمان کی زبان سنائی گئی ہے جس سے واضح ہوا کہ رمضان المبارک کے دن رات مسلمان کے لیے ایک بڑی نعمت ہیں دن کا عمل بھی اور رات کا عمل بھی مسلمان کی مغفرت کا سبب بن رہا ہے۔ اس لئے جبریل علیہ السلام کی بددعا۔ کہ۔ جس شخص نے رمضان شریف کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی تو وہ ہلاک ہو گیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا۔ کا سمجھ آنا یقینی اور واضح ہے۔

رمضان المبارک کی خاص عبادتوں میں سے آخری عشرہ کا اعتکاف اور شب قدر کا قیام ہے جس کو نصیب ہو جائے تو بہت بڑی فضیلت والی اور خوش قسمتی والی بات ہے اللہ کرے ہمارے مقدر جاگ اٹھیں۔

رمضان المبارک کے ساتھ جن خصوصی اعمال کا تعلق تھا ہم نے مختصراً کچھ تذکرہ کر دیا چونکہ رمضان شریف کا لمحہ لمحہ بہت قیمتی ہے اور ان قیمتی لمحات کو بہت زیادہ قیمتی بنانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں سے بہت ہی قیمتی باتیں مرتب کر کے آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ تھوڑے وقت میں ہم بہت کچھ کما سکیں موجود سب کچھ ہے مگر ہماری نظروں سے اوجھل ہے جیسے قیمتی خوراک دنیا میں موجود ہے مگر غریب کی دسترس میں سے باہر ہے کہاں مقویات میں کستوری و عنبر کا استعمال جہاں غریب کا خیال و تصور بھی نہیں پہنچ سکتا ایسے ہی بعض اعمال ایسے ہیں جو نیکیوں سے پر ہیں بہت تھوڑے وقت میں بہت نیکیاں حاصل کی جا سکتی ہیں جیسے عام مشہور بھی ہے اور تقریباً ہر مسلمان جانتا ہے کہ شب قدر ایک رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ہے اس نعمت کے ملنے کا پس منظر بھی بڑا عجیب و غریب ہے جس کو آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں کہ ایک دفعہ بنی اسرائیل کے ایک عابد کا حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینوں تک وہ رات بھر عبادت کرتا اور صبح ہوتے ہی جہاد کے لیے نکل کھڑا ہوتا تھا جس پر صحابہ کو تعجب ہوا کہ ہم یہ رتبہ کیسے حاصل کر سکتے ہیں جب کہ اس امت کی عمریں بھی بہت کم ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے شب قدر کی نعمت سے نوازا کہ اس ایک رات میں عبادت کا ثواب ہزار مہینہ سے کہیں بہتر ہے (جو حساب کرنے سے تراسی سال چار مہینے بنتے ہیں) ایسے ہی بہت سے اعمال جن کے کرنے پر وقت بہت ہی کم خرچ ہوتا ہے مگر ثواب انتہائی زیادہ مثلاً سیدنا

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شئی کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۃ یسین ہے جو سورۃ یسین کی تلاوت کرے اس کے لیے اس کی تلاوت کے بدلے دس بار قرآن پاک کی تلاوت (کا اجر و ثواب) لکھا جائے گا (ترمذی)

قارئین کرام: الحمد سے لیکر والناس تک قرآن مجید کے کل حروف ۳۴۶۹۹۸ ہیں اور اگر ہر حرف پر ایک نیکی شمار کی جائے تو ایک دفعہ قرآن پڑھنے کی کل نیکیاں ۳۴۶۶۹۹۸ ہوئیں اس اعتبار سے ایک دفعہ سورۃ یسین پڑھنے سے دس دفعہ پورا قرآن پڑھنے کا ثواب ملنے کا حساب کیا جائے تو ۳۴۶۹۹۸۰ ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کے ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں تو اس اعتبار سے ایک دفعہ سورۃ یسین پڑھنے سے مسلمان کو ۳۴۶۹۹۸۰۰ نیکیاں ملیں جو تقریباً پانچ یا سات منٹ میں حاصل کی جاسکتی ہیں اور پھر رمضان المبارک کے مبارک لمحات ساتھ مل جائیں گے تو سبحان اللہ:

سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ ہر دن میں ہزار آیتیں تلاوت کر لے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون طاقت رکھتا ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ بھی کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ الہٰکم التکاثر پڑھ لے (مشکوۃ)

یہ چھوٹی چھوٹی آٹھ آیتوں پر مشتمل سورۃ ہے جس کے پڑھنے سے ہزار آیتوں کے پڑھنے کا اجر و ثواب مل جائیگا جو ایک سانس میں تقریباً پڑھی جاسکتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص سورۃ آل عمران کا آخر پڑھتے کا (یعنی ان فی خلق السموات والارض) سے ختم سورۃ تک جو ۱۱ آیتوں پر مشتمل ایک رکوع ہے) اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جائے گا یہ رکوع دو منٹ میں پڑھا جاسکتا ہے (اس کو پڑھ کر سو جانے سے ساری رات قیام کی عبادت کا ثواب لکھا جائیگا سبحان اللہ حالانکہ تم سوئے ہوئے ہو نیند کے مزے اڑا رہے ہو مگر تمہاری رات اجر و ثواب کے اعتبار سے ایسی گذری کہ آپ نے ساری رات اللہ کے حضور قیام کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۃ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے (ترمذی)

گویا تین دفعہ سورۃ اخلاص پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے۔

سورۃ اخلاص سے متعلق ہی سیدنا سعید بن مسیبؓ سے مرسلاً مروی ہے کہ جو شخص سورۃ اخلاص کو دس (۱۰) مرتبہ پڑھتے اس کے بدلہ میں اس کے لیے جنت میں ایک محل تیار ہو جاتا ہے جو بیس دفعہ پڑھتے اس کے لیے دو محل جو تیس دفعہ پڑھتے اس کے لیے تین محل جنت میں تیار ہو جاتے ہیں جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم پھر تو ہم بہت سے محل جنت میں بنالیں گے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ دینے والا ہے۔ کون ہے جو اس رحمت خداوندی کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے آئے اور اجر پائے۔

رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ نماز کا اہتمام ازحد ضروری ہے اگر خدانخواستہ آپ کسی دیہات

میں ایسی جگہ پر مکین ہیں کہ قریب کہیں بھی نماز باجماعت کا اہتمام نہیں تو ہمت کر کے کوئی ترکیب ضرور بنالیں کہ جماعت ہوتی رہے اپنے علاوہ ایک آدمی مل جائے تو جماعت کا اہتمام کرلیں۔ عشاء اور صبح کی نماز تو ہر صورت جماعت کے ساتھ لازمی قرار پائے کہ اس کی بڑی فضیلت آئی ہے جو ہم جیسے عام لوگوں کے لیے بڑی غنیمت ہے کہ دینے والا دے رہا ہے جس کا خزانہ اتنا وسیع ہے کہ انتہا ہی نہیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ ادا کی گویا اس نے پوری رات کا قیام کیا (مشکوٰۃ)

ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور حکومت میں فجر کی نماز پڑھا کر ایک نوجوان سلیمان نامی صحابی کے گھر کے قریب سے گذرے اور اس کی ماں سے پوچھا کہ کیا بات ہے میں نے آج سلیمان کو فجر کی جماعت میں نہیں دیکھا جس پر اس کی ماں نے کہا یاامیر المومنین ساری رات عبادت کرتا رہا مگر آخر (رات) میں اس کی آنکھ لگ گئی اس لیے (جلدی) اٹھ نہ سکا جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ساری رات عبادت کرنے سے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لوں۔

ایسے ہی انعامات میں سے بہت بڑا انعام جس کو حاصل کرنے پر انسان کا ایک طویل وقت صرف ہونے کے ساتھ ایک خطیر رقم بھی خرچ ہوتی ہے جو اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے ہاں فرض ان پر ہے جو ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور وہ حج اور عمرہ ہے اس کے ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جانے کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے تاہم ہر انسان امیر ہے یا غریب بشرطیکہ مسلمان ہو اس کی آس لگائے ہوئے ہے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے ارض حرم میں ایک مقناطیسی کشش ہے جو مومن بندے کو اپنی طرف کھینچتی ہے کہ بیت اللہ میں ایک نماز پڑھنے سے لاکھ نماز پڑھنے کا ثواب مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب اور اس کے علاوہ نامعلوم کتنے فوائد جس کا احاطہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود برکت سے امت محمدیہ پر خصوصی رحمت کا معاملہ فرماتے ہوئے ایک تھوڑا سا عمل کرنے پر وہ تمام نیکیاں مومن بندے کو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فجر کی نماز باجماعت پڑھتے پھر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے حتیٰ کہ سورج نکل آئے پھر دو رکعتیں پڑھتے اس کو حج و عمرہ کا ثواب ملے گا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (جو اس حدیث کے راوی ہیں) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ حج اور عمرہ بھی بالکل تام بالکل تام بالکل تام)۔ جس کو حج مقبول اور عمرہ مقبول سے تعبیر کیا جا سکتا ہے مختصر یہ کہ ہم لوگ لینے والے نہیں اللہ نے عطاء کرنے کی حد کر دی ہے۔

گو کہ امت محمدیہ کی عمریں بہت تھوڑی ہیں مگر اگر اس کو کچھ سلیقہ سے گذار جائے تو اس تھوڑی عمر میں بھی برکت ہو سکتی ہے اور اجر و ثواب میں ہم سب کے سب پہلی امتوں کے افراد سے جن کو لمبی لمبی عمریں عطاء ہوئیں بڑھ سکتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان شریف کے قیمتی لمحات کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین

حافظ محمد ظہور الحق ظہور

ماہِ صیام آیا

نوید رحمتِ حق لے کے پھر ماہِ صیام آیا — بہ ارشادِ پیمبر، سب مہینوں کا امام آیا
یہ رحمت، مغفرت، برکت، سعادت کا مہینہ ہے — مسلمانوں پہ لازم اس کا قدر و احترام آیا
ادھر کھولے گئے دروازے جنت اہلِ ایماں پر — ادھر حکمِ گرفتاری ہر اک شیطاں کے نام آیا
جہاں والوں کی قسمت جاگ اٹھی اس مہینے میں — فلک سے فرش والوں کے لیے حق کا نظام آیا
قدح خوارانِ عشقِ مصطفیٰ بس جھوم جھوم اٹھے — مئے توحید سے لبریز جب گردش میں جام آیا
گلستانِ مساجد میں بہارِ جانفزا آئی — خدا کی بندگی کو ہر مسلماں خوش خرام آیا
یہی موسم ہے بھر لو گوہرِ مقصود سے دامن — رہا جو خوابِ غفلت میں وہ بے نیلِ مرام آیا
یہی کشتِ عمل کی آبیاری کا مہینہ ہے — اسی میں ابرِ رحمت بن کے تھا خیرالکلام آیا
بہارِ گلشنِ امید بن کر ہر سحر آئی — وصالِ دوست کا پیغام لے کر وقتِ شام آیا
یہی ماہِ مبارک تھا کہ جبریلِ امیں لے کر — حرا میں احمدِ مرسل پہ اقراء کا پیام آیا
ظہور اس قادرِ مطلق کی رحمت جوش میں آئی — زباں پر رحمۃ للعالمین کا جب بھی نام آیا

مدارس احرار کے معاونین توجہ فرمائیں

مدرسہ معمورہ ملتان کے نئے اکاؤنٹ نمبر

40962-3

میں معاون احباب آئندہ رقوم ارسال فرمائیں۔

عنوان یہ لکھیں

مدرسہ معمورہ ملتان یا سید محمد کفیل بخاری
حبیب بینک حسین آگاہی ملتان

سابقہ اکاؤنٹ نمبر: ~~29932~~

سید یونس الحسنی

''فدویہ'' اور ''فدوی''

ایک ''فدویہ'' نے موجودہ حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ...... ''میرے خلاف نواز دور میں بنائے گئے تمام مقدمات کی ازسر نو تحقیقات کرائی جائے۔ جمہوریت جلد از جلد بحال کی جائے۔ احتساب اور انتخاب کا باہم کوئی تعلق نہیں۔ عدالتی نظام کو توڑ موڑ کر میرے خلاف فیصلے کرائے گئے۔ یہ سب مبنی بر انصاف نہیں تھا، محض سیاسی انتقامی کارروائی تھی جسے کسی بھی معاشرتی اصول کے تحت درست قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ ملک کے عظیم تر ین مفادات کے تحفظ کے لئے موجودہ سیٹ اپ سے ہر طرح تعاون کرونگی ''فدویہ'' خدمات بکمال و تمام حاضر ہیں''.....ایک ''فدوی'' کی آواز بھی پوری ترنگ سے ابھری جس کا لب لباب یہ ہے کہ ...... ''سابقہ دور حکومت میں لوٹ مار چھینا جھپٹی کی انتہا ہو گئی تھی۔ بد عنوان، چور، لٹیرے، قدم بہ قدم لڑکوں دکھاتے پھرتے تھے۔ عدلیہ، سیاستدان اور بیورو کریٹس کرپشن کے فلتھ ڈپو بن گئے تھے۔ ان سب کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نمٹنا از بس ضروری ہے۔ موجودہ نظام عدل کلیتہً بد نام ہے۔ اس کی مکمل تبدیلی کے بغیر شفاف احتساب ممکن نہیں۔ ملکی خزانہ لوٹنے والوں کو جوتے مار کر ملکی سیاست سے بھگا دیا جائے تاکہ احتساب کا بیڑہ غرق نہ ہو اور حکومت خانسرد ناکامی سے دو چار نہ ہونے پائے۔ ان تمام امور کی بحسن و خوبی انجام دہی کے لئے میں حاضر ہوں۔ خدا کے لیے فدوی کی صلاحیتوں سے بھرپور اکتساب کیجئے۔''..... یہ ساری التجائیں اخبارات کی زینت بن چکی ہیں۔ ہر ایک کا اپنا اپنا انداز تفکر و تدبر ہوتا ہے۔ ارباب اختیار نے بھی یقیناً مختلف زوایہ نظر سے ان پیشکشوں کا جائزہ لیا ہوگا۔

راقم گذشتہ چند روز سے ان بیانات کی گہرائی کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر سوچ نے زقند لگائی، سمت نامعلوم مگر معلومات کا ذخیرہ وافر تھا۔ مثلاً ہر دو ''فدویان'' کا اصل ہدف حصول اقتدار ہے۔ اور وہ بھی برائے انتقام۔ یہ آتش سوزاں ڈھکی چھپی نہیں۔ جیالے رہنما اور کارکن کسی لاگ لپیٹ کے بغیر خم ٹھونک کر اس کا ذکر کرتے ہیں۔ دو چیزیں ان کی راہ میں سد سکندری ہیں۔ اولاً عوام کی اکثریت سے نظریاتی اختلاف اور متقابل جماعتوں سے سر پھٹول، ثانیاً عساکر پاکستان کا بنیان مرصوص ہونا۔ ''فدوی'' کے خلاف عدلیہ نے ایک زبردست فیصلہ صادر کر کے عوام الناس کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ یہ اس کی تفصیلات کا محل نہیں البتہ اس پس منظر میں عدالتی ہیئت کذائی کے مکمل تغیر و تبدل کا مطالبہ سمجھ آتا اور عدلیہ کی ''ناکامی'' کا ''سراغ'' ملتا ہے۔ ''فدویہ'' بھی اپنے ابو کی ''مجرمانہ'' موت کو ''عدالتی قتل'' قرار دیتی ہیں۔ فرانس میں اپنے برادر اصغر کی جوانمرگی بوجہ بلا نوشی ''حکومتی قتل'' سمجھتی ہیں۔ مگر خود اپنی وزارت عظمیٰ کے شباب میں برادر کبیر کے نشانہ ستم بن جانے پر منقار زیر پر ہیں۔ بعض واقفان حال مرتضےٰ کا معاملہ زرداری سے نتھی کرتے اور نال انکا پس دیوار زنداں ہونا اس ظلم کا منطقی نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ حسن اتفاق دیکھئے۔ ''بابائے جمہوریت'' ''بے وزنی'' کا شکار ہیں۔ انہوں نے جی ڈی اے کی نیو اٹھائی ''فدویان'' اس میں ''اکٹھے'' ہیں ایک دن انہی

موضوعات پر بات ہو رہی تھی۔ اپنے اپنے اوپر ہونے والے ستم ہائے امروز و فردا کو یاد کر کے "نالہ ہائے سوز و گداز" بلند کئے جا رہے تھے۔ فدوی کہہ رہا تھا...... کس قدر کربناک داستان ہے۔ تمہارے خاندان میں اب کوئی مرد بطور وارث موجود نہیں۔ باپ دادا کی نسل ہی کٹ گئی ہے۔ ظالموں نے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ تم جو کچھ بھی بن جاؤ، ہو تو "خاتون" گریہ وزاری کے سوا کیا کر سکتی ہو۔ ظالم سماج نے خوب خوب ظلم کمایا ہے۔ اب نواز و شہباز کی دشمنی تو انتہا کو پہنچ گئی کہ تمہیں خاوند کے سائے سے محروم کر رکھا ہے۔ فدویہ نے تشکر آمیز لہجے میں جواب دیا...... "آپ کے ساتھ بھی جور و جفا کا ہر حربہ استعمال کیا گیا۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے آپ کی کردار کشی کی گئی۔ قاتلانہ حملے کرائے گئے۔ عدالتوں کے ذریعہ آپ پر "گند" اچھالا گیا۔ آپ نے اپنے حسین "خوابوں" کی کیسٹس تک ریلیز کر دیں مگر ظالموں کو رحم نہ آیا۔ ان کے دل نہ پسیجے۔ کتنے ستم ظریف ہیں "یہ لوگ"۔ مسکینوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں رہ گئی۔ لے دے کے جی ڈی اے ہے۔ اب آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا...... ان سخن طرازیوں پر راقم کو ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ ہوا یوں کہ لیموں اور کیلے میں دوستی ہو گئی۔ اپنی خلقت کے تمام نظری اختلافات کے علی الرغم دونوں میں گاڑھی چھننے لگی۔ وہ ایک دوسرے کے زاروزبوں احوال کا چپکے چپکے جائزہ لیتے اور دل ہی دل میں تجزیہ کرتے رہے۔ اس تجزیاتی اونچ نیچ میں طنزیہ اکھاڑ پچھاڑ بھی شامل تھی۔ ایک محفل میں دونوں موجود تھے۔ کنکھیوں سے اک دوجے کو دیکھتے رہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ کہنا سنا چاہتے تھے۔ مگر جبر کا دامن تھامے ہونٹ سیئے بیٹھے رہے۔ آخر کب تک ایسا ہوتا، بکرے کی ماں کب تک خیر مناتی۔ اور آخر کار ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا کیلے کا پیمانۂ برداشت چھلک اٹھا۔ آہستہ اور رازدارانہ لہجے میں لیموں سے مخاطب ہوا۔ بھئی مجھ سے تمہارا "برا حال" دیکھا نہیں جاتا۔ انسان مکمل طور پر وحشی ہو چکا ہے، تہذیب و شائستگی اس میں نام کو نہیں۔ اس کے اشرف المخلوق ہونے پر صد حیف تم چھوٹی سی نرم و نازک چیز ہو۔ تمہاری خوبصورتی پر نچھاور ہونے کی بجائے یہ حضرت تمہیں چیر پھاڑ کر خوب نچوڑتے اور کچھ مت نکال کر پھینک دیتے ہیں۔ پھر پانی لا کر تمہارا رس غٹاغٹ پی جاتے ہیں۔ یہ کون سا طریقہ ہے قدر افزائی کا؟ اسے تو درندگی اور بہیمیت کا نام ہی دیا جا سکتا ہے۔ مجھے ان زخم خمہ کیفیات پر بے پناہ ترس آتا ہے۔ لیموں پر اس پر ناشیر ہمدردانہ حمایت کا خاطر خواہ اثر ہوا مگر معاً کیلے کو مُحرمانہ انداز سے قریب بلایا گویا ہوا، تمہارا کہا بالکل بجا ہے۔ خود میں بھی اسی سوچ و فکر میں غلطاں ہوں۔ تمہاری "بری حالت" مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ ابن آدم نے بربریت کی آخری حد کو چھو لیا ہے۔ انکی واماندگی میرے دل میں ترازو ہو گئی ہے۔ ان کی بہیمانہ حرکات و سکنات نے مجھے حد درجہ پژمردہ کر رکھا ہے۔ تمہارے ساتھ بالکل سوتیلوں جیسا سلوک روا رکھتے اور اٹھلائے پھرتے ہیں۔ مجھے تو نچوڑ کر پیتے ہیں مگر

تمہیں تو بالکل ننگا کر کے کھا جاتے ہیں۔ "حیا" نام کی کوئی چیز ان میں نہیں رہ گئی۔ پھر بھی دعویٰ ہے کہ ہم اشرف ہیں اعلیٰ ہیں، نادرۂ روزگار ہیں۔ اس پر لاحول کے سوا کیا پڑھا جا سکتا ہے؟ دفعتہً دونوں چلائے "ایک حد ہوتی ہے مگر اب انتظار نہیں کیا جائیگا۔ اپنے جیسے دوسروں کو ساتھ ملا کر زبردست تحریک چلائی جائے تاکہ ہمیں "اقتدار" ملے اور "انتقام" کی راہ ہموار ہو۔ ہمیں اپنے دباؤ میں افسانے کے لیے بیرونی ساتھیوں کو بھی ہمرکاب رکھنا ہوگا۔ خیال رہے کہ امریکن اور یورپین ساتھی موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔

آپ جان گئے ہو نگے یہ کیلے اور لیموں کون ہیں؟ غور کیجئے گا کہ ان کا اتفاق کس نکتے پر ہے اور کیوں؟ اس میں شک نہیں کہ ملکی نظم افواج کے مکمل کنٹرول میں ہے۔ کسی وقت یا کسی طرح سویلین ڈھانچہ بن بھی گیا تب بھی اہم پالیسیوں کی تشکیل کی تراش خراش اور ان پر پوری طرح عملدرآمد فوجی نسق میں ہوگا۔ تمام تر پیش آمدہ حالات وواقعات کی ذمہ دار عسکری کمان ہوگی۔ بہتری پر کریڈٹ اور خرابی پر نقد و جرح کا سامنا بھی انہی کا مقدر ہوگا۔ سیاست بازی پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ معلوم ہوتا ہے صاف و شفاف جمہوریت کی بحالی بھی قوت مقتدرہ کے اہداف میں شامل ہے۔ اگر فی الحقیقت ایسا مقصود و مطلوب ہے تو اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ وجود سابقہ اور لاحقہ سیاستدانوں کی نسل کا کوئی فرد و بشر ممکنہ انتخابات میں حصہ نہ لے سکے۔ قومی دولت کی لوٹ کھسوٹ کرنے والے جنونی خوبیوں پر یہ راستہ بند نہ کیا گیا تو ملکی حالات و معاشیات میں مثبت تبدیلی صرف دل خوش کن خیال رہے گا اور کچھ نہیں لازم ہے ایسی راہ اختیار کی جائے جہاں "چور اچکے چودھری" نہ ہوں اور "لنڈی روزہ پر دھان" نہ بننے پائے ورنہ وہی "باگڑ بلے" دوبارہ "دودھ" کے رکھوالے بن بیٹھیں گے۔ ہمارے سیاستدانوں کے جم غفیر فی الحقیقت ایسے ہی "گھامڑوں" کا غلبہ ہے۔ "شرعی برحمنوں" کی ایک مخصوص ڈار بھی پانچویں سوا کے طور پر ان میں شامل ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ سبھی قائدین انقلاب کہلاتے ہیں۔ خدا معلوم ان کے ہاں "انقلاب" کے کیا معنی ہیں۔ ترکی میں چھپنے والی ایک کتاب پڑھنے کو ملی جس میں مولانا عبیداللہ سندھی کو قائد انقلاب کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ کوئی کیپٹن صاحب مصنف ہیں۔ اس میں یہ لکھا ہے "کسی نے مولانا سندھی سے کہا کہ کم از کم ٹوپی تو پہن لیا کیجئے جواباً فرمایا میری ٹوپی تو اسی دن اتر گئی تھی جب دلی کے لال قلعہ کے ہندوستان کا پرچم اترا اور فرنگی پرچم لہرایا تھا"۔ میرے خیال میں ہمارے ہاں ایسے سچے اور کھرے انقلابیوں کی نسل ناپید ہو چکی ہے۔ یہاں کچھ تو سرے "محل" خرید کر اترتے ہیں۔ کچھ ماڈل ٹاؤن کے راج سنگھاسن پر پھولے نہیں سماتے۔ یہاں کچھ کیلے ہیں اور کئی ایک لیموں جو اپنی تمام ظاہری و باطنی کیفیات کے ساتھ حاضر ہیں۔

ذرا سوچیے اصل انقلاب میں ان گندم نما جو فروشوں کی گنجائش کہاں ہے۔

ہر طرف چھایا ہوا رات کا سناٹا ہے
کیسے ممکن ہے خرابے میں چراغاں سوچو

مرکزی مجلس شوریٰ نے متفقہ طور پر ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری کو مجلس احرار اسلام کا امیر منتخب کر لیا

وزراء کے حلف نامے سے عقیدہ ختم نبوت کی عبارت کو حذف کرنا اسلامیان پاکستان کی توہین ہے۔

مجلس احرار کسی قادیانی اور قادیانی نواز کو ہرگز برداشت نہیں کرے گی۔

افغانستان کے متعلق ملکی پالیسی واضح کی جائے ○ کشمیری حریت پسندوں کی مکمل کر اخلاقی امداد کی جائے۔

مرکزی مجلس شوریٰ کا اعلامیہ۔

لاہور، ۲۸، نومبر۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر مولانا سید عطاء المحسن بخاری (رحمہ اللہ) کے انتقال کے بعد جماعت نے ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کو متفقہ طور پر مرکزی امیر منتخب کر لیا ہے یہ فیصلہ دفتر مرکزیہ احرار لاہور میں منعقدہ مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں کیا گیا۔ جبکہ چودھری ثناء اللہ بھٹہ اور پروفیسر خالد شبیر احمد کو نائب امیر نامزد کیا گیا ہے۔ اجلاس میں قائد احرار مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کی دینی و قومی خدمات اور تحریک ختم نبوت اور مجلس احرار اسلام کی بقاء و استحکام کے لیے انتھک جد وجہد کو زبردست الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ نو منتخب امیر مرکزیہ ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: ملک جس غیر یقینی صورتحال سے دوچار ہے حکمرانوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ باہمی اعتماد کی فضاء کو بحال کریں اور ملک و قوم کو تذبذب و تشویش کی نازک صورتحال سے باہر نکالیں۔ انہوں نے کہا کہ آئین کی معطلی کے نتیجے میں قادیانی لابی پھر سے متحرک ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نئے کارپرداز ان حکومت سے لئے جانے والے حلف سے عقیدۂ ختم نبوت والی عبارت کو حذف کرنے سے اسلامیان پاکستان بالخصوص دینی حلقوں میں تشویش بڑھ گئی ہے فوجی حکمران اس سلسلہ میں فوری وضاحت کریں۔ ہم کسی قادیانی اور قادیانیت نواز کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔

مرکزی مجلس شوریٰ کے اس اجلاس میں جن معزز ارکان نے شرکت کی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت سید عطاء المہیمن بخاری، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، مولانا محمد اسحاق سلیمی، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ، ملک محمد یوسف، محمد عمر فاروق، حافظ کفایت اللہ، ماسٹر غلام یسین، مولانا محمد مغیرہ، میاں محمد اویس، حافظ گوہر علی، میاں محمد علی احرار، غلام حسین، ابو معاویہ محمد فقیر اللہ رحمانی، حافظ محمد بلال احمد، عتیق محمد رضوان، نذیر احمد، شیخ بشیر احمد، صوفی محمد اسحق، عبدالکریم۔ محمود کاشمیری، خالد محمود تارڑ، صوفی محمد حنیف معاویہ۔ محمد اشرف علی احرار، حکیم

محمد عبدالغفور جالندھری، صوفی عبدالرزاق، ڈاکٹر حادی بخش، مولانا محمد یوسف احرار، مرزا عبدالقیوم بیگ، صوفی عبدالشکور احرار، حافظ محمد اسماعیل، ارشاد احمد اور محمد اشرف نے شرکت کی۔

سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ حکومت نادہندگان کا کڑا احتساب کرنے اور انہیں کیفر کردار تک بھی پہنچائے۔ لیکن احتساب اور انتقام میں امتیاز ملحوظ رکھنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں سیاسی خلفشار پیدا کرنے کی ذمہ داری سابق حکومت اور اپوزیشن دونوں یکساں عائد ہوتی ہے۔ جنہوں نے ملکی قوانین کے پرخچے اڑائے اور آئین و دستور کو بازیچہ اطفال بنائے رکھا۔ جس کے نتیجے میں اقرباپروری، ذاتی مخاصمت اور بدامنی جیسے برے اعمال نے پاکستان کو سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے تباہی کے دہانے پر لاکھڑا کیا۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ مجلس احرار اسلام ہر اچھے کام میں حکومت سے تعاون اور قوم و ملک کے منافی ہر اقدام کی پوری قوت سے مخالفت کرے گی۔ اجلاس کے آخر میں متفقہ طور پر منظور کی جانے والی قراردادوں میں کہا گیا ہے کہ حکومت بیرونی دباؤ کی پروا کیے بغیر ملک کے دفاع کو مضبوط بنائے۔ کشمیر حریت پسندوں کی کھل کر اخلاقی مدد کی جائے۔ پاکستان میں حکومت الٰہیہ کا نفاذ کیا جائے۔ افغانستان سے متعلق ملکی پالیسی کو واضح کی جائے۔ چیچنیا میں روسی درندوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا سختی سے نوٹس لے کر کفریہ قوتوں کی بھرپور مذمت کرنا ارباب اختیار کی اہم ذمہ داری ہے۔

اجلاس کے اختتام پر تمام ارکان شوریٰ نے اپنے عظیم قائد و امیر، مجاہد ختم نبوت ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کے لیے قرآن پاک پڑھ کر ایصال ثواب کیا اور جماعت کے نئے امیر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے دعائے مغفرت کرائی۔

ماہِ رمضان المبارک میں

◎ مدرسہ ختم نبوت چناب نگر ◎ مدرسہ معمورہ ملتان

اور وفاق المدارس الاحرار کے تیس دینی مدارس کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات، عشر اور عطیات عنایت فرما کر اجر کمائیں۔

ترسیلِ زر کے لئے: سید محمد کفیل بخاری۔ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-511961

بذریعہ بینک: ڈرافٹ یا چیک بنام مدرسہ معمورہ ملتان

اکاؤنٹ نمبر 3-40962 حبیب بینک حسین آگاہی ملتان

◎ جمہوریت سراپا کفر ہے، ہم اس کفر کا پردہ چاک کریں گے

◎ ۵۲ سال سے حکمران اور سیاست دان جمہوریت کی آڑ میں ملک و قوم کو لوٹ رہے ہیں۔ امیر احرار سید عطاء المہیمن بخاری

جمہوریت، سیاسی بدمعاشوں اور لٹیروں کی آخری پناہ گاہ ہے۔ (سید محمد کفیل بخاری)

◎ ہمیں خلافت اسلامیہ کے احیاء کے لیے میدان میں نکلنا ہوگا۔ (مولانا زاہد الراشدی)

◎ موجودہ بحران اور عدم استحکام جمہوریت کا شاخسانہ ہے۔ (پروفیسر خالد شبیر احمد)

جمہوریت نے انسان کو ذلت و گمراہی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ (سید محمد یونس بخاری)

لاہور میں پہلی "جمہوریت مردہ باد" کانفرنس سے مقررین کا خطاب

لاہور ۲۸ نومبر، مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام "پہلی جمہوریت مردہ باد کانفرنس" کے مقررین نے کہا ہے کہ موجودہ دور کی تمام برائیوں پر بحرانوں کی ذمہ داری سرمایہ دارانہ اور استحصالی نظام جمہوریت پر عائد ہوتی ہے، اسلام کو جمہوریت کے راستے سے نافذ کرنے کی بات کرنے والے خود فریبی یا خود غرضی کا شکار ہیں۔ جمہوریت سراپا کفر ہے ہم اس کفر کا پردہ چاک کریں گے۔ ۲۸ نومبر ۹۹ء بروز اتوار بعد از ظہر احرار کے مرکزی دفتر نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں چودھری ثناء اللہ بھٹہ کی زیر صدارت منعقد ہونے والی پہلی جمہوریت مردہ باد کانفرنس سے مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، مولانا محمد اسحق سلیمی، پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا محمد مغیرہ، سید محمد یونس بخاری چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ اور اللہ دتہ مجاہد نے خطاب کیا۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ جمہوریت اور اسلام دو الگ الگ اور متصادم نظریات کے حامل نظام ہائے زندگی ہیں۔ جمہوریت نے ہمیں تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے ۵۲ سال سے حکمران جمہوریت کی آڑ لے کر ملک و قوم کو لوٹتے رہے ملک کے نظریاتی اور اسلامی تشخص کو تباہ کر کے رکھ دیا گیا ہے صرف اسلام ہی تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔

محمد اسحق سلیمی نے کہا کہ الہامی و قرآنی تعلیمات کے مقابلے میں انسانی نظریہ حیات کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ چرچ آف انگلینڈ نے اعلان کیا ہے کہ وہاں شادی کے بغیر زندگی

گزارنے والے جوڑوں کی تعداد ۷۰ فیصد ہو گئی ہے۔ یہ جمہوریت کا شاخسانہ ہے کہ وہاں زنا و لواطت کا قانون بنا ہوا ہے انہوں نے کہا کہ ہمیں خلافت اسلامیہ کے احیاء کے لیے میدان میں نکلنا ہوگا، سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ جمہوریت سیاسی بدمعاشوں اور لٹیروں کی آخری پناہ گاہ ہے، پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ موجودہ بحرانی کیفیت اور عدم استحکام کی ذمہ داری کافرانہ نظام جمہوریت پر عائد ہوتی ہے ملک کی تباہی میں حزب اقتدار اور حزب مخالف دونوں قصور وار ہیں، عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ اسلام جمہوریت کی پیوند کاری سے نہیں بلکہ تبلیغ و جہاد کے راستے سے آنے کا مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ افغانستان کا اسلامی انقلاب امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ اور جمہوریت کے منہ پر طمانچہ ہے، سید محمد یونس بخاری نے کہا کہ جمہوریت نے انسان کو ذلت و گمراہی کے سوا کچھ نہیں دیا، چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے کہا کہ ہماری منزل حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔ کانفرنس میں مختلف قراردادوں کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ ملک کے سیٹ اپ سے قادیانیوں اور دین دشمنوں کو نکالا جائے۔ ملک کے اسلامی تشخص اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے واضح اقدامات کئے جائیں۔ آئین کی اسلامی دفعات کو تحفظ فراہم کرنے کی بابت واضح اعلان کیا جائے۔

قادیانی کبھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہوسکتے سابق حکمرانوں کو مظلوموں کی آہیں لے ڈوبیں

امیر احرار سید عطاء المہیمن اور ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق سلیمی کا خطاب

(میراں پور، سلیمی) مجلس احرار اسلام نے ہمیشہ قادیانیت کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کی بیخ کنی کی اور اس کے مذموم مقاصد کا سرعام پول کھولا۔ اسے مقابلے کے لئے للکارا۔ لیکن سے سامنے آنے کی جرأت تک نہ ہوئی۔ ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام کے مرکزی امیر حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے ۳۰، نومبر ۱۹۹۹ء کو میراں پور میں تحفظ ختم نبوت کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی کبھی بھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہوسکتے۔ ہمارے اکابر نے تحفظ ختم نبوت کے لئے بے شمار قربانیاں دیں۔ ہماری یہ قربانیاں رائیگاں نہیں گئیں۔ مجلس احرار اسلام کی تاریخ روشن کارناموں سے مزین ہے۔ ہم نے ہر دور میں باطل نظریات کی تردید اور غلط عقائد کی تصحیح کی۔ ہماری زندگی کا مقصد انسان کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لانا ہے۔ کلمہ حق کہنا ہمارا شیوہ اور طرۂ امتیاز رہا ہے۔ حکومت الٰہیہ کا قیام ہمارا مشن ہے۔ ہم اپنے مشن اور موقف سے ذرا برابر بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ مجلس احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سابق حکمرانوں کو مظلوم اور بے گناہ عوام کی آہیں لے ڈوبیں۔ انہوں نے دینی مدارس کو بند کرنے کا بھیانک منصوبہ بنایا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بند کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ جنرل مشرف سابقہ حکمرانوں سے عوام کی لوٹی ہوئی دولت واپس لیں۔ ملکی معیشت کو مستحکم کریں اور نفاذ اسلام کے عمل میں پیش رفت کریں۔ انہوں نے کہا کہ ملک دشمنوں اور اسلام دشمنوں کا یہ انجام آئندہ آنے والے حکمرانوں کے لئے نشان عبرت ہے۔ حضرت پیرجی مدظلہ کے خطاب سے قبل محترم حافظ محمد اکرم اور محمد امیر چھینہ نے نعت اور نظم سنا کر سامعین کے دلوں کو گرمایا۔

قرآن کریم اور علم نفسیات

قیمت: 180 روپے

اعجاز قرآنی کا ایک منفرد شاہکار، انسانی نفسیات اور احکام قرآن کے اچھوتے موضوع پر لاجواب کتاب

ناشر: طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فون: 061 - 41501-540513

انوار البیان فی کشف اسرار القرآن

کامل 9 جلدیں

سلیس اور عام فہم اردو زبان میں سب سے پہلی مفصل اور جامع تفسیر دلنشین انداز میں احکام و مسائل اور مواعظ و نصائح کی تشریح۔ اسباب نزول کا مفصل بیان۔ تفسیر و حدیث اور کتب فقہ کے حوالوں کے اہتمام کے ساتھ، علماء طلباء کے لیے ایک بے مثال علمی تحفہ

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مدظلہ مہاجر مدنی

تاریخ جنات و انسان اور ان کی دعوت

اپنے دلچسپ اور منفرد عنوان پر ایک اچھوتی تصنیف

علماء دیوبند کی تصدیق شدہ معلوماتی کتاب

قیمت: 135 روپے

ناشر: طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فون: 061 - 41501-540513

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے جملہ خطبات، ملفوظات و تالیفات سے منتخب سینکڑوں الہامی تفسیری نکات کا مجموعہ

اشرف التفاسیر
سبق الغایات فی نسق الآیات

اعلیٰ کاغذ، معیاری کمپیوٹر کتابت

خوبصورت چار جلدوں میں

قیمت مکمل سیٹ: 1200

مقدمہ و ترتیب: شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت، نکات دقیقہ و لطائف عجیبہ سے مزین شریعت و طریقت کے مسائل آیات سے عجیب استدلال اور قرآنی آیات متعارضہ میں رفع تعارض کے علاوہ اشکالات کا مسکت جواب

ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فون: 061 - 41501-540513

ملک کی معروف دینی درسگاہ **جامعہ خیر المدارس، ملتان** کا ایک انقلابی قدم

خیر المعارف اکیڈمی

نیو شالیمار کالونی، بوسن روڈ ملتان

رئیس ادارہ حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

زیر اہتمام جامعہ خیر المدارس (رجسٹرڈ) ملتان

مجوزہ تعلیمی پروگرام

الخیر روضۃ الاطفال اس شعبہ میں چار اور پانچ سالہ بچوں اور بچیوں کو پہلے مرحلہ میں حفظ قرآن کریم اور پرائمری تک تعلیم دی جائے گی۔ دوسرے مرحلہ میں انگلش میڈیم میں میٹرک تک تعلیم اور کمپیوٹر ٹریننگ شامل ہے۔

معہد الخیر اس شعبہ میں میٹرک پاس اور "درجہ اولی" میں ممتاز حیثیت میں کامیاب ہونے والے طلباء کو "درجہ ثانیہ" سے "درجہ سادسہ" تک عربی میں تعلیم دی جائے گی۔ اس شعبہ میں طلباء کو اکیڈمی کی طرف سے دیگر مراعات کے علاوہ معقول وظیفہ بھی دیا جائے گا۔ داخلہ صرف اہلیت کی بنیاد پر ہوگا۔

اہداف وخصوصیات حفظ قرآن کریم کے ساتھ میٹرک تک انگلش میڈیم تعلیم، اخلاقی و روحانی تربیت کا خصوصی اہتمام، لازمی کمپیوٹر ٹریننگ، اعلی اور پاکیزہ اسلامی ماحول، اطراف عالم میں اسلام کی تبلیغ کے لئے عربی اور انگلش زبانوں کے خصوصی کورس۔

نوٹ دونوں شعبوں میں داخلہ کیلئے درخواستیں ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ (31 دسمبر 1999ء) تک پہنچنا ضروری ہیں۔

-/20 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر تعارفی کتابچہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

الداعی الی الخیر: محمد ازھر مدیر خیر المعارف اکیڈمی نیو شالیمار کالونی بوسن روڈ ملتان

فون نمبر 222272

جنت میں گھر بنائیے!

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام

کرنٹ اکاؤنٹ
نمبر 2324-9
نیشنل بنک جامع مسجد
بازار چیچا وطنی اکاؤنٹ
بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ
ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی

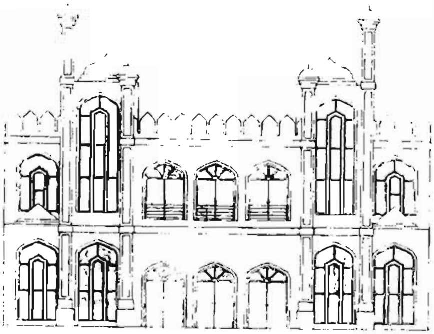

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی کی تعمیر جاری ہے نقد یا سامان کی صورت میں
تعاون کا ہاتھ بڑھائیں اور اللہ سے اجر پائیں

رابطہ و معلومات اور ترسیل زر کے لیے

دفتر دار العلوم ختمِ نبوت بلاک نمبر 12 چیچا وطنی

فون نمبر: 611657 - 0445

منجانب انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ)
ای بلاک نمبر ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی۔ ضلع ساہیوال پاکستان

فون نمبر
610955 - 0445

وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم دینی ادارے

- مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار، (ربوہ) چناب نگر، ضلع جھنگ فون: 211523 (04524)
- بخاری پبلک سکول، (ربوہ) چناب نگر، ضلع جھنگ
- بخاری مسجد۔ سرگودھا روڈ چنیوٹ ضلع جھنگ (زیر تعمیر)
- مدرسہ معمورہ جامع مسجد ختم نبوت، دارِ بنی ہاشم، ملتان فون: 511961 (061)
- مدرسہ معمورہ مسجد نور تغلق روڈ ملتان۔ ● مدرسہ محمودیہ مسجد المعمور ناگڑیاں، ضلع گجرات
- دار العلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچا وطنی فون: 611657 (0445)
- دار العلوم ختم نبوت (جدید مرکز احرار) مرکزی مسجد عثمانیہ، ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی، فون: 610955 (0445)
- مدرستہ العلوم الاسلامیہ جامع مسجد گڑھا موڑ (وہاڑی) فون: 690013 (0693)
- مدرسہ ختم نبوت، مسجد ختم نبوت نواں چوک، گڑھا موڑ ضلع وہاڑی
- مدرسہ ختم نبوت چک نمبر 88/W.B گڑھا موڑ ضلع وہاڑی
- مدرسہ معمورہ تعلیم القرآن چک نمبر 158 الف 10-R جہانیاں ضلع خانیوال
- مدرسہ معمورہ، موضع چھینا، میلسی ضلع وہاڑی۔ ● مدرسہ احرار اسلام مصطفیٰ آباد، کرم پور ضلع وہاڑی
- مدرسہ ابوبکر صدیق جامع مسجد ابوبکر صدیق تلہ گنگ (ضلع چکوال)
- بستان عائشہ (برائے طالبات) دار بنی ہاشم ملتان فون: 511356 (061)
- مدرستہ البنات (برائے طالبات) گڑھا موڑ، ضلع وہاڑی
- مدرسہ معاویہ جھنگ روڈ، ٹوبہ ٹیک سنگھ ● مدرسہ ختم نبوت چشتیاں ضلع بہاولنگر
- مدرسہ احرار اسلام مسجد سیدنا علی المرتضیٰ، چکڑالہ، ضلع میانوالی (زیر تعمیر)
- مدرسہ احرار اسلام چاہ چرڑھوئے والا، کلروالی، ضلع مظفر گڑھ
- مدرسہ معمورہ مسجد معاویہ بستی مہر پور ضلع مظفر گڑھ۔
- مدرسہ ختم نبوت مسجد ختم نبوت شہزاد کالونی صادق آباد (ضلع رحیم یار خان)
- مدرسہ ختم نبوت، مسجد بخاری، گل زیب کالونی وہاڑی روڈ ملتان (زیر تعمیر)
- جامعہ المعاذ بدھلہ روڈ، ملتان ● مدرسہ سیدنا فاروق اعظم چاہ کالی مال موضع صحابہ ٹوبہ روڈ جھنگ

موت سے کس کو رُستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

۸۔ نومبر ۱۹۹۹ء بروز پیر، نشتر ہسپتال مُلتان۔

○

کون کہتا ہے کہ یوں مَر کے فنا ہوتے ہیں
میں بقا ہوں، میں بقاؤں میں بکھر جاؤں گا
مَیں وہ آنسو ہوں جو پتھر کو بھی پگھلا دے
میں سمندر ہوں، میں موجوں میں بکھر جاؤں گا
لوگ کیا جانیں کہ اللہ سے تعلّق کیا ہے
اِس تعلّق سے تو میں پُل سے گزر جاؤں گا

○

ابن امیرِ شریعت، اُمیرِ احرار
سیّد عطاء المُحسن بُخاری رحمۃ اللہ علیہ